جلد 25 شمارہ 11 ماہ نومبر 2023ء ربیع الثانی/جمادی الاول 1445ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللّٰہ

صداقت

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ فلاحِ آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رحؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب **محمد یعقوب توحیدی**
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	**احمد رضا خان** 0321-6400942
معاون مدیر	**شہزاد محمود بخاری** 0301-7430525
نائب مدیر	**سید رحمت اللہ شاہ** 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: **فہد محمود ، محمد ریاض**

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿ ✿ ✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

خطبہ......سالانہ اجتماع 2023

نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیاتہ اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران عزیز! ہم سب پر اللہ رحیم وکریم کا شکر واجب ہے۔ جس نے ہمیں صحت و سلامتی کے ساتھ محض اپنی رضا کے حصول کے لیے اکٹھا ہونے کا موقع فراہم کیا۔ آپ سب یقیناً خوش قسمت ہیں کہ جو محض اللہ کے لیے مال اور وقت کی قربانی دے کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔ میں اللہ رحیم وکریم سے دعا گو ہوں کہ مالک آپ سب کے دامن مراد کو لبریز کردے اور دنیا و آخرت کی تمام سعادتیں نصیب فرمائے۔ آمین

گزشتہ ایک سال کے دوران ہمارے جو بھائی اس دار فانی سے کوچ کر گئے ان میں سب کے نام تو یاد نہیں۔ جو یاد ہیں ان میں جناب محمد شریف چیمہ راولپنڈی والے سر فہرست ہیں۔ مرحوم حلقے کے بزرگ بھائیوں میں شامل تھے۔ اور گوجرانوالہ سے بھائی محمد انور MA موٹرز والے ان کی ناگہانی وفات نے اہل حلقہ اور پسماندگان کو عظیم صدمے سے دوچار کر دیا۔ وہ ہمیشہ اجتماع اور مرکز کے انتظامی معاملات میں سرگرم کردار ادا کرتے تھے۔ ان بھائیوں کے علاوہ بھائیوں کے قریبی رشتہ دار، بہن بھائی اور خود میری بہن، بھائی اور بھتیجی بھی اس دار فانی سے رخصت ہو گئے ان سب کے لیے دعا کریں کہ اللہ ان سب کو جنت الفردوس

میں اعلیٰ ترین مراتب سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

عزیز بھائیو! ہمارے پاس بانی سلسلہ خواجہ عبد الحکیم انصاریؒ اور جناب محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی تعلیمات کی صورت میں الحمدللہ اتنا کافی ذخیرہ موجود ہے کہ اگر ہم ان پر کماحقہٗ عمل کرلیں تو ہمیں ولایت کا اعلیٰ ترین منصب حاصل ہو جائے۔مگرانسان چونکہ نسیان کا پتلا ہے اس لیے اسے ہمیشہ یاددہانی کی ضرورت رہتی ہے۔اس لیے میں بطور یاد دہانی چند گزارشات آپ کے گوش گزار کروں گا۔

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد اس لئے رکھی کہ اللہ والوں کی ایسی جماعت تیار کی جائے جو بھولے بھٹکے مسلمانوں کی روحانی طریقے پر اصلاح کریں اور انہیں پکے مسلمان بلکہ مومن اور ولی اللہ بنادیں۔میں اس بات پر اللہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ ہمارے بھائی عام مسلمانوں کے مقابلے میں اخلاق حسنہ اور روحانیت میں بہت اچھے ہیں مگر توحیدی معیار ان سے مزید محنت کا تقاضا کرتا ہے۔اس ضمن میں چند مشورے آپ کے استفادے کے لیے پیش خدمت ہیں۔

قرآن کریم سے ہمارا تعلق

انصاری صاحبؒ نے قرآن کریم کے مطالعے کے جو آداب بتائے ہیں اگر ہم ان پر کماحقہٗ عمل کریں تو ہمارا قرآن سے وہ تعلق قائم ہو جائے گا جو مطلوب ہے۔نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق قرآن کریم وہ رسی ہے جو زمین سے آسمان تک تنی ہوئی ہے یعنی اگر کوئی اپنے خالق و مالک سے مضبوط رابطے کا خواہش مند ہے تو اس رسی کو پکڑے بغیر اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی ہے۔قرآن کریم میں بھی اس کے لیے بِحَبْلِ اللّٰهِ (اللہ کی رسی) کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ

''ذکر اور تزکیہ اخلاق کے ساتھ ساتھ اپنے قرآن فہمی کی استعداد کو مسلسل بڑھائیں۔قرآن کریم سے جوں جوں آپ کا شعوری تعلق بڑھتا جائے گا۔آپ کی سوچ کے انداز میں حکیمانہ فراست پیدا ہو گی۔اللہ کی معرفت بڑھے گی اور اپنی زندگی میں آنے والے مسائل بڑی آسانی سے حل کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

بقول اقبالؒ:

چوں بجاں در رفتِ جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

یعنی جب قرآن روح میں سما جاتا ہے تو جان بدل جاتی ہے اور اس کی وجہ سے جہاں کو دیکھنے کا رویہ بدل جاتا ہے۔

قرآن کریم کے ساتھ مسلمانوں کے رویے کی نشاندہی انصاری صاحبؒ نے چراغ راہ میں موجود اپنے خطبہ نمبر 3 میں ان الفاظ میں کی ہے۔

''مسلمانوں نے قرآن کو گلدستہ طاق نسیاں بنا دیا ہے۔اسے کوئی دیکھتا تک تو ہے نہیں، تعلیم پر عمل تو دور کی بات ہے۔زیادہ تر لوگ تو صرف عربی عبارت پڑھتے ہیں پھر اسے چوم کر رکھ دیتے ہیں۔ان غریبوں کو کیا معلوم کہ اس میں زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کے کیسے کیسے نادر خزانے بھرے پڑے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ہم یوں غافل پڑے ہیں اور دوسری اقوام انہی خزانوں کے تصرف سے ساری دنیا پر غالب آگئی ہیں اور اب آسمانوں کو فتح کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔''

مسلمانوں کی طرف سے قرآن کی اس ناقدری پر علامہ اقبالؒ نے اپنے خدشات اورلرزتے دل کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ مسلمان دیگر اقوام اور ظن کی پیروی میں مبتلا ہیں اگر ہمارا قرآن کے ساتھ یہی رویہ جاری رہا تو کیا اللہ تعالٰی اس نعمت کو ہم سے چھین نہ لے اور اپنے عشق کی آگ کسی اور کے دل پر نہ ڈال دے۔

حق اگر از پیش ما بردارش
پیش قوے دیگر بگذارش
از مسلماں دیدہ ام تقلید و ظن
ہر زماں جانم فکر زد در بدن
ترسم از روئے کہ محرومش کنند
آتش خود بر دل دیگر زنند

برادران عزیز! قرآن کریم سے تعلق اور فہم کے حوالے سے ابھی ہم بہت پیچھے ہیں۔ یہ وہ کمی ہے جو میں کافی عرصے سے محسوس کر رہا ہوں۔ اگر ہم واقعتاً اللہ کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کریم کے ساتھ ایک مضبوط رشتہ جوڑنا ہوگا۔ قرآن ہی ہمیں وہ شعور عطا کرے گا جسے انصاری صاحبؒ نے ''عقل سلیم'' کہا ہے۔

ہم میں سے ہر ایک کو یہ چاہیے کہ وہ قرآن کریم کے ساتھ اپنے تعلق کا ناقدانہ جائزہ لے اور دیکھے کہ فہم و رابطہ قرآن کے ساتھ اس کی کیا صورتحال ہے۔ کیا آپ کے پاس قرآن کریم کا اردو ترجمہ و تفسیر ہے؟ اور کیا وہ آپ کے زیر مطالعہ رہتی ہے؟ اور کیا آپ کے گھر میں قرآنی احکامات پر عمل ہوتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو اللہ کا شکر ہے اور اگر ناں میں ہے تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اللہ کے پیغام کو سمجھے بغیر قرآنی عقائد کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں

اور کس طرح ولی اللہ بن سکتے ہیں۔قرآنی تعلیمات پر عمل تو اس وقت ہوگا جب وہ ہمیں معلوم ہوں گی اور معلوم تب ہوں گی جب ہم اس کی سنجیدہ کوشش کریں گے۔

چراغِ راہ خطبہ نمبر 9 میں انصاری صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''اصلاح کا کام بلکہ کوئی بھی بڑا کام ہو،اس کے کرنے کے لیے سب سے پہلی چیز سچی اور پر خلوص طلب ہے۔طلب کے بغیر عمل کی قوت پیدا ہی نہیں ہوتی۔طلب پیدا ہونے کے لیے علم درکار ہے۔جب تک آپ کو علم نہیں ہوگا طلب کس طرح پیدا ہوسکتی ہے؟ آپ کو مسلمانوں کے باطل عقائد اور جاہلانہ رسوم کی اصلاح کرنا ہے تو سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صحیح اسلامی عقائد کیا ہیں جن کی ترویج جاہل مسلمانوں میں کرنا ہے اور یہ بات آپ کو صرف قرآن سے معلوم ہوسکتی ہے۔اس لیے سب سے پہلے آپ کو قرآن (یعنی ترجمہ) پڑھنا چاہیے اور جب صحیح عقائد معلوم ہو جائیں تو خود اپنی اصلاح کرنا اور پھر دوسرں کی اصلاح کے لیے قدم اٹھانا چاہیے۔قرآن پڑھنے اور سمجھنے میں بڑا وقت لگتا ہے اس لیے اگر کسی ایسے آدمی کا پتہ لگے جس نے قرآن کا مطالعہ کر کے صحیح عقائد معلوم کر لیے ہیں اور خود ان پر عمل پیرا بھی ہے تو پھر آپ کو اس شخص سے استفادہ کر کے اس کی پیروی کرنی چاہیے تاکہ آپ کا وقت بچ جائے اور جلد از جلد کام شروع کرسکیں ہادی یا مرشد کی ضرورت اسی لیے ہوتی ہے۔''

اس بارے میں آپ کو میری ہدایت ہے کہ جناب صدیق ڈارؒ کی تصنیفات ''مقصودِ حیات''، ''انسانی زندگی کی روحانی تعبیر'' اور ''مقالات معرفت'' کا ایک ایک نسخہ اپنے پاس ضرور رکھیں۔آپ نے بانی سلسلہ کی ہدایت کے مطابق قرآن کریم سے گہرا تعلق پیدا کر لیا تھا آپ کی ہر ہر تحریر کو قرآنی فرامین کی تائید حاصل ہے۔ظاہر ہے ہم میں سے ہر بندہ قرآن فہمی کی کوشش میں مطلوبہ معیار تک نہیں پہنچ سکتا۔اس لیے بانی سلسلہ کی نشاندہی

کے مطابق مطلوبہ آدمی اللہ کے فضل و کرم سے ہمیں حلقے کے اندر ہی جناب ڈار صاحبؒ کی صورت میں میسر آ گیا ہے۔جنہوں نے سالہا سال قرآن کریم میں تفکر و تدبر کے بعد سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات بالفاظ دیگر قرآنی تعلیمات کی وضاحت آسان ترین الفاظ میں کر دی ہے۔بانی سلسلہؒ کی تصانیف کے ساتھ ساتھ ڈار صاحبؒ کی تصانیف کا بار بار مطالعہ آپ کے اندر قرآن فہمی اور پیہم عمل کی استعداد پیدا کر دے گا۔

اور اس سے ہمیں اپنی دعوت کو بہتر انداز میں دوسروں تک پہنچانے کا ڈھنگ بھی آ جائے گا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خود سورت ق آیت نمبر 45 میں فَـذَكِّـرْ بِـالْقُرْآنِ کا طریقہ بتایا ہے۔

نیز ہماری روح مضبوطی پکڑے گی اور جس کی وجہ سے باطل رسومات اور دیگر رکاوٹوں کا سامنا کرنا آسان ہو جائے۔ان شاءاللہ

ہمارا اصل مسئلہ مادی نہیں روحانی ہے

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں
اگر جہاں میں میرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

کسی بھی بیماری کا علاج اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کی شناخت نہ ہو جائے دنیا میں سینکڑوں امراض اور ان کی ہزاروں ادویات ہیں۔اگر کوئی مریض میڈیکل اسٹور میں موجود ہر گولی کھا لے تو کیا اُسے شفا مل جائے گی۔یقیناً ہرگز نہیں۔اس کی علامات کو مدنظر رکھ کر ماہر معالج اس کے ٹیسٹ کروائے گا اور بعد ازاں ان کے رزلٹ دیکھ کر صرف مخصوص

ادویات ہی تجویز کرے گا۔ جو مریض کے مرض کو رفتہ رفتہ ختم کر دیں گی۔ جب تک ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنے مرض کو شناخت نہیں کرتے اس کا علاج کیسے کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے رسول، اولیاء اللہ نیز ہمارے مرشد انصاری صاحبؒ اور ڈار صاحبؒ نے انسانیت کے سب سے بڑے مرض کی نہ صرف نشاندہی کی ہے بلکہ اس کا شافی علاج بھی بتایا ہے۔روئے زمین پر پائے جانے والے کسی بھی انسان کی سب سے بڑی بیماری اس کی روح کا بیمار اور مردہ ہونا ہے۔یہی روحانی بیماری بعد ازاں نفسیاتی، اخلاقی اور کسی حد تک جسمانی بیماریوں کی بنیاد بنتی ہے۔ یہ نہ صرف ہمارا موجودہ بلکہ ہمیشہ کا سب سے بڑا مسئلہ رہا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ انسانوں کو اس کی سنگینی اور حقیقت کا احساس اس وقت ہوگا جب وہ خدائے واحد کے سامنے پیشی پر کھڑے ہوں گے اور اپنے ہاتھوں کو اپنے دانتوں سے کاٹیں گے اور دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی اپیلیں کریں گے لیکن وقت گزر چکا ہوگا۔

آپ کے کرنے کا کام یہ ہے کہ روح کی بیماری کو شعوری طور پر ہر وقت اپنا سب سے بڑا مسئلہ سمجھیں۔اس سے آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ آپ اُس کی زندگی کی سنجیدہ کوششیں شروع کر دیں گے۔اور جو ہدایات ہمارے خیر خواہوں اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے مرشدؒ نے ہمیں دی ہیں،ان کی قدر و قیمت جانتے ہوئے ان پر سرگرمی سے عمل شروع کر دیں گے۔اس وقت عوام و خواص کی نظر میں اور بالخصوص پاکستانیوں کی فکر کے تناظر میں مادی مسائل ہی سب سے بڑے مسائل ہیں۔یعنی وحی الٰہی کی حامل قوم اس قدر زوال کا شکار ہو چکی ہے کہ اپنے اصل مسئلے کو ہی فراموش کر چکی اور ضمنی مسائل کو اپنے حقیقی مسائل سمجھنے لگی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ہم دنیا میں اپنی بے قدری، بے بسی، معیشت کی پامالی اور دیگر مادی وسائل سے محرومی کا رونا تو روتے ہیں مگر ان کے علاج کی خاطر پھر اپنے دشمنوں کے در پر جھکتے ان کی فکر اور تہذیب کو ان مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔ گویا کینسر کی بیماری کو بخار سمجھ رہے اور پیناڈول سے اس کا علاج کر رہے ہیں۔

بقول میر تقی میر

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

عوام کے تو کیا کہنے بڑے بڑے اہل علم اور نام نہاد دانشور بھی مادی تنزلی کے اسباب پر گھنٹوں بحث مباحثہ کرتے اور اس کے علاج کی مادی تدابیر بتاتے ہیں۔ مگر بطور توحیدی فقیر ہمارا نقطہ نظر ان دانشوروں سے بالکل الگ ہے۔ ہم اسی بات کی حقانیت کے قائل ہیں جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 96 میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰـكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

"اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور کھول دیتے ان پر برکتیں آسمان اور زمین سے، لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے کرتوتوں کے سبب انہیں پکڑ لیا۔"

دنیا میں غلبے کے حصول کا معیار سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 139 میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

''اور تم ہمت نہ ہارو اور نہ غم کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 56 میں مزید ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ

''اور جو اللہ اور اس کے رسول سے دوستی کرے گا اور ایمان والوں سے، تو بیشک اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔''

مسلمان چونکہ وحی الٰہی کا حامل ہونے کا دعویدار ہے اس لیے اس کے نفع وضرر کے معیارات دوسری اقوام سے منفرد ہیں۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

آپ خوب جان لیں کہ ہماری معاشی خوشحالی، ترقی اور غلبہ اللہ کی غلامی سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ اگر ہم نے اللہ کا در چھوڑا تو پورے جہاں میں دُر دُر ہو گی۔ جیسا کہ آج کل ہو رہی ہے۔ اس لیے کم از کم آپ لوگ یہ بات اپنے پلّے باندھ لیں کہ ہمارا اصل مسئلہ مادی نہیں روحانی ہے۔ بقول اقبالؒ

اے لا الٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ کردارِ قاہرانہ

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

اس نظریے کی صداقت کو آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے بخوبی جانچ سکتے ہیں اور موجودہ دور میں افغان قوم کی مثال سے بھی۔ جنھوں نے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں محض اللہ کے بھروسے پر 30 سے زیادہ ممالک کے اتحاد کو عبرتناک شکستِ فاش دی۔ شیطان کے ان چیلوں نے 20 سال کے دوران دو ہزار چھ سو ارب ڈالر پھونکے مگر انہیں ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

کیا یہ تازہ معجزہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں؟

ان روشن دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ ہمارے مادی وسائل کی کمی ہمارا مسئلہ ہے تو اس پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہی کہا جا سکتا ہے۔

یاد رکھیں آج ہم اگر اپنے رحیم و کریم مالک کے در پر جھک جائیں۔ جس مقصد کے لیے اس نے ہمیں تخلیق کیا، اس مقصد کے حصول کی کوشش میں لگ جائیں تو یقین جانیے کہ ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں۔

مگر جب تک ہم مادہ پرستی کو چھوڑ کر اللہ، رسول اور روح کے تقاضوں کو اولین ترجیح نہیں دیتے اس وقت تک ہمارا زوال ختم نہیں ہو سکتا۔ عصر حاضر کی دجالی تہذیب نے مسلمانوں کے ذہنوں کو اس حد تک مرعوب و مسخر کر رکھا ہے کہ وہ ہر چیز کو مادی عینک سے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ انہیں لندن اور نیو یارک کی چکا چوند زیادہ متاثر کرتی ہے مگر قرآن کی آیاتِ بینات اور روزِ محشر کی حاضری کو وہ ایک افسانے سے بڑھ کر حیثیت دینے کو تیار نہیں۔

بقول اقبالؒ

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

موجودہ دجالی تہذیب کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو مادی پہلو سے دیکھتی ہے کیونکہ وہ فیضان سماوی یعنی وحی الٰہی کے جوہر سے محروم ہوتی ہے۔اسی لیے دجال کو احادیث میں ''کانا'' کہا گیا ہے کہ وہ صرف مادی آنکھ رکھتا ہے۔بقول قرآن دجالی تہذیب کے حامل کے پاس دل کی آنکھ نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج کی آیت نمبر 46 میں اس کا ذکر یوں کیا ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰـكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ

''بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

اکثر اوقات کچھ لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کے ہم انگریزوں کے غلام ہی رہتے تو اچھا تھا کم از کم روٹی تو ملتی یا یہ کہ پاکستان کا بننا ایک غلطی تھی۔اس قسم کے جملے خالصتاً مادی فکر کی ترجمانی کرتے ہیں۔بقول اقبالؒ

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش

ایسے لوگوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ماند پڑ چکی ہیں۔انہیں خدا و رسول کی پہچان تو کیا ہوگی یہ تو آزادی جیسی انمول نعمت کی بھی ناقدری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔انہیں چاہیے کہ وہ ہندوستان، فلسطین، برما اور دیگر مقبوضہ علاقوں میں مسلمانوں کی حالت زار پر غور کریں اور اس کلمہ ناشکری پر جو وہ اپنے مونہوں سے نکال رہے ہیں تو بہ استغفار کریں۔

اس نام نہاد جدید تہذیب کی نقالی نے مسلمانوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو سلب کرلیا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں یہ راسخ ہو چکا ہے کہ کامیاب زندگی، دولت کی ریل پیل اور کوٹھی کار کے بغیر ممکن نہیں۔ دو صدیوں سے جاری دانشورانہ پروپیگنڈے نے میڈیائی ہتھیار کے ذریعے مغربی تہذیب کو بالاتر اور مسلم تہذیب کو پست ثابت کر دیا ہے۔ یہ ہماری چودہ صدیوں کی تاریخ میں بدترین شکست ہے کہ جب مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے پر شرمندہ ہیں اور مسلمان کا دوسرا نام دہشت گرد اور بدتہذیب رکھ دیا گیا ہے گویا۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

مادہ پرستی سے انکار کا یہ کلیہ نہ صرف اجتماعی زندگی میں کامیابی کا ضامن ہے بلکہ انفرادی زندگی میں بھی سو فیصد نتائج دیتا ہے۔ آج کل گھروں میں نا چاقیاں، بے سکونی، معاشی مسائل اور دیگر جتنے بھی مسائل ہیں وہ تمام حل ہو سکتے ہیں اگر ہم اخلاص کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کر لیں اور اس کا دل سے کہنا ماننا شروع کر دیں، وہ اس طرح کہ انسان کی بنیادی طور پر دو ہی ذہنی حالتیں ہوتی ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کیسے؟

نمبر......1 آسانی نمبر......2 تنگی

آسانی والی حالت میں اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ شکر کا رویہ اختیار کیا جائے جس کا فائدہ انسان کو یہ ہوگا کہ وہ نفس کی ان تمام خرابیوں سے بچا رہے گا جو عموماً اس کیفیت میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

تنگی والی حالت میں اللہ کی طرف سے صبر کا حکم ہے۔ جب تمام تر کوشش کے باوجود نتائج حسبِ دل خواہ نہ نکلیں تو صبر کا یہ رویہ بندگی کے احساس کو گہرا کر کے ڈپریشن اور

دیگر کئی مہلکات سے بچائے گا۔یہی زبان حال کی وہ تصدیق ہے جو خالق و مالک کو ہم سے مطلوب ہے۔سورۃ الواقعہ آیت نمبر 57 میں فرمایا۔

نَحْنُ خَلَقْنٰـكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ

''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے۔''

ہم اپنے گھریلو اور معاشرتی معاملات میں اللہ و رسول کی بات بالکل نہیں مانتے یا جزوی طور پر مانتے ہیں اس لیے پریشان رہتے ہیں۔جن گھروں میں بگاڑ زیادہ ہوتا ہے انہیں خود بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ اللہ و رسول کی نافرمانی میں مبتلا ہیں۔اس لیے ایسے لوگ زمانے اور حالات کو موردِالزام ٹھہراتے اور ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔معاشرتی رسوم جن کو انصاری صاحبؒ نے خلافِ شرع بلکہ خلافِ انسانیت کہا ہے اور جنہوں نے ہمارے ایمان، صلاحیتوں اور خون پسینے سے کمائے گئے مال کو گھن کی طرح کھا چھوڑا ہے۔ہم ان کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں اگر ہم شادی بیاہ اور دیگر گھریلو معاملات میں ریاکاری، اسراف اور فحاشی کی بجائے سادگی، خیر خواہی اور آسانی کو اپنا لیں تو ہمارے 90فیصدی مسائل حل ہو جائیں۔

میں آپ تمام بھائیوں سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ اللہ کا قرب اور لقا چاہتے ہیں تو اس مادی و دجالی سوچ اور فرسودہ رسوم کے جال سے نکلیں اور سلسلہ توحیدیہ کی حیات بخش تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔خواہشِ نفس کے خلاف اسی جہاد کے ذریعے آپ میں وہ اعلیٰ ظرف پیدا ہوگا جو لقائے باری تعالیٰ کے لیے ضروری ہے اور اسی فکر کے ذریعے امت کا احیاء ممکن ہے۔

مغرب سے مرعوبیت ہمارا بہت بڑا قومی روگ:

ذہنی مرعوبیت اتنی خطرناک بیماری ہے جو انسان کے سارے جوہر فنا کر دیتی ہے۔

بدقسمتی سے ہماری غالب اکثریت مغرب سے مرعوبیت کی اس بیماری کا نہ صرف شکار ہو چکی ہے بلکہ متعدی وائرس کی طرح بے سوچے سمجھے اس بیماری کو آگے منتقل بھی کئے جا رہی ہے۔

"ہماری قوم کی مثال اس ہاتھی کے بچے کی ہے جس کے پاؤں کو زنجیر کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے وہ اس سے نجات کے لیے بہت زور لگاتا ہے مگر زنجیر نہیں ٹوٹتی رفتہ رفتہ اس کے دماغ میں یہ بیٹھ جاتا ہے کہ وہ زنجیر نہیں توڑ سکتا یہاں تک کہ وہ جوان ہو جاتا ہے اب اگر وہ جوانی کے زور میں کوشش کرے تو زنجیر کو ایک جھٹکے میں توڑ دے لیکن اس کے دماغ میں جو عقیدہ اس کے بچپن سے جڑ پکڑ چکا ہوتا ہے اس کو یہ باور کرواتا رہتا ہے کہ ایسا ناممکن ہے۔"

یہی حال نسل در نسل سے چلتی آئی ہماری ذہنی غلامی کا ہے جس کا بیج انگریزوں نے برصغیر میں اپنی آمد کے ساتھ ہی بویا اور بعد ازاں بڑی محنت کے ساتھ اس کی آبیاری کی۔ مختلف حربوں سے مسلمانوں کی تہذیب، مذہبی و علمی شناخت اور ہماری شاندار تاریخ کو گھٹیا اور کمتر ثابت کرنے کی ایسی منظم مہم چلائی کہ وہ قوم جس نے برصغیر کی تمام اقوام پر ہزار سال حکومت کی تھی اپنے مسلمان ہونے پر شرمندہ دکھائی دینے لگی۔

ایک آزاد ملک کے حصول کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ ہم جسمانی آزادی کے ساتھ ساتھ مغرب کی ذہنی غلامی سے بھی آزاد ہو جاتے مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا۔ یہ مرض وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی جڑیں اتنی مضبوط کر گیا کہ اقبال جیسے عظیم مصلح کی بخوبی نشاندہی کے باوجود اس کا کامل علاج نہ ہو سکا بلکہ جزوی بھی نہ ہوا۔

بقول اقبالؒ

اے پیر حرم رہ و رسم خانقاہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا

اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دے سبق ان کو خود شکنی خود نگری کا
تو ان کو سکھا خارا شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

آج ہمارے معاشرے کا ہر دوسرا بندہ یورپ و امریکہ جا کر آباد ہونے کو اپنے تمام مسائل کا حل سمجھتا ہے جیسے وہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہوں۔ اس کوشش میں سینکڑوں لوگ اپنی جان گنوانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور لاکھوں روپیہ خرچ کر کے وہاں پہنچنے کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ اس بات کے مثبت و منفی بہت سے پہلو ہیں جن پر لمبی بات ہو سکتی ہے مگر میں یہاں اس کا نفسیاتی و روحانی پہلو بطور توحیدی آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ انسان چاہے جس معاشرے کا بھی ہو سہولت پسند ہوتا اور مشقت و سختی سے گھبراتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو مغربی معاشرے کی بہتری کے لیے استعمال کر رہا ہے تو کیا وہ یہی قوت اپنے معاشرے کی بہتری کے لیے استعمال نہیں کر سکتا تھا اور جن مسائل کی وجہ سے اپنے معاشرے کو رہنے کے قابل نہیں سمجھتا۔ ان کو حل کرنا اس کی ذمہ داری نہیں تھی؟ کیا وہ اس معاشرے کا فرد نہیں؟ فرار کی یہی سوچ ہماری قومی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ مغربی تہذیب کے زیر اثر ان کی آنے والی نسلوں کا مستقبل کیا ہوگا؟

مگر اس کام میں چونکہ مشقت ہے۔ اس لیے ایسا انسان اپنے معاشرے کی خرابیوں کا رونا روتا رہے گا، اس میں کیڑے نکالتا رہے گا اور کوئی خیر کا عملی قدم اٹھانے کی بجائے فرار کی راہ تلاش کرے گا۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے ''ایک آدمی نے راستے پر ایک تصویر لگائی اور اس کے نیچے لکھ دیا کہ اس میں غلطی کی نشاندہی کریں شام کو دیکھا تو ساری تصویر رنگ رنگ کے مشوروں سے بھری ہوئی تھی۔ اگلے دن اس نے ایک اور تصویر لگائی اور اس کے نیچے لکھا کہ اس کی غلطیوں کی اصلاح کریں مگر شام تک کسی نے بھی کوئی اصلاح نہ کی۔''

بقول شاعر:

شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

اصل بات ذہنی مرعوبیت کی ہے ایسے لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر یقین کرنے کی بجائے مادی چکاچوند سے متاثر ہو چکے ہوتے ہیں۔

عقیدہ آخرت اور اللہ کے ساتھ تعلق ہمیں اس بات پر تیار کرتا ہے کہ ہم اپنے اپنے دائرہ کار میں ہر وقت خیر کی کوشش کریں اور آخری دم تک ہتھیار نہ پھینکیں۔ یہی تعلیم ہمیں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم اور اپنے مرشدؒ کی زندگی سے ملتی ہے۔ اگر اللہ نے ہمیں روحانی، علمی، مالی یا دیگر کوئی اور استعداد دے رکھی ہے تو اس کو اپنے معاشرے کی بہتری کے لیے استعمال کرنا زیادہ عزیمت کا کام ہے یا رکاوٹوں سے ڈر کر بھاگ جانا اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ اور سب سے بڑھ کر ہمارے مرشدؒ اسی آسانی والی سوچ کے حامل ہوتے اور اپنے Comfort Zone کو نہ چھوڑتے تو کیا آج میں اور آپ کلمہ گو ہوتے؟

مادی سوچ رکھنے والا انسان ایسے خیالات رکھے تو اس پر گلہ نہیں مگر جب توحیدی عقائد کا حامل شخص میدان چھوڑنے کی بات کرے گا تو اس پر سوال اٹھے گا۔آپ خود سوچیں کیا مسائل سے ڈر کر 24 کروڑ لوگ ہی ملک چھوڑ دیں گے.....؟ یہ ناممکن ہے۔اس لیے ہونا تو یہ چاہیے کہ اللہ کی خوشنودی اور مرشد کی ہدایت کے مطابق اسی معاشرے کو سنوارنے کی کوشش کی جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک بہتر ورثہ چھوڑا جا سکے۔

اس ساری بحث کا ایک پوشیدہ پہلو فراموش نہ کیجیے گا کہ حکمت کی بات مومن کی گمشدہ پونجی ہے جو اسے جہاں سے بھی ملے اسے اپنا لیتا ہے۔اس لیے مغربی تہذیب کے مثبت پہلو یہاں خارج از بحث ہیں۔ان سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہیے اور اس کے بعد ان سے مرعوب ہوئے بغیر انہیں اپنی قوم کی بہبودی کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

بقول اقبالؒ

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

مجھے خود امریکہ میں اپنی نوکری کے دوران 3 سال گزارنے کا موقع ملا مگر میں نے صرف ''مادی منفعت کے حصول'' کے لیے وہاں مستقل قیام کی کوشش نہیں کی اور الحمدللہ مجھے اپنے اس فیصلے پر کبھی پچھتاوا نہیں ہوا۔

ہمارے رحیم و کریم مالک نے ہمیں دشمنوں کی نشاندہی کھول کھول کر فرما دی ہے۔ اس کے باوجود ہم انہیں نہ پہچانیں اور اپنی حفاظت کا بندوبست نہ کریں تو قصور سراسر ہمارا ہی ہے۔اس مضمون کی کئی آیات قرآن میں موجود ہیں مگر میں یہاں صرف سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر 118 کے تذکرے پر اکتفا کرتا ہوں

يٰٓـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ

"اے ایمان والو! اپنے علاوہ کسی کافر کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی میں کوتاہی نہیں کرتے وہ تو تمہیں تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان کی دشمنی ان کی زبانوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بھی بہت زیادہ ہے۔ تحقیق ہم نے تمہارے لیے واضح نشانیاں بیان کر دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔"

مغرب کی چکا چوند اور نام نہاد ترقی کی حقیقت کا کچھ جائزہ ایسے شخص کے خیالات سے لیتے ہیں جس کا نام اقبال ہے۔ اور ہمارے حلقہ کی تعلیمات میں ان کا رنگ بہت گہرا ہے۔ انہوں نے مغرب کا مطالعہ عینی شاہد کی حیثیت سے کیا اور یہ مشاہدہ کسی مادہ پرست اور بے روح انسان کا مشاہدہ نہیں کہ جو یورپ وامریکہ کا ایک چکر لگا آئے اور ان کی مادی چمک دمک سے مرعوب ہو کر انہی کو اپنا قبلہ و کعبہ بنا بیٹھے بلکہ ایک حقیقی محرمِ رازِ مومن، عظیم فلسفی، قانون دان، سیاستدان اور دیگر کئی منفرد حیثیتوں کے حامل فرد کا مشاہدہ ہے۔ آپ نے اپنے قیام یورپ کے دوران ان کی تہذیب، تاریخ، معاشرت، سیاست، مذہب سے بیزاری، اقتصادیات، تمدن اور فلسفہ قومیت کا گہرا مشاہدہ و مطالعہ کیا۔ ان کے بڑے بڑے فلسفیوں اور حکیموں سے ملاقات کی اور ان سے چنداں متاثر نہ ہوئے بلکہ ان کی فکر کو کھنگال کر اس کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا۔

ذیل میں ان کی فکر کا مختصر جائزہ پیش ہے جو ہمیں مغرب کی ذہنی مرعوبیت جیسی

لعنت سے چھٹکارا دلا کر ان کی نام نہاد تہذیب کا مکروہ چہرہ دکھائے گی۔فرمایا۔

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات
رعنائی تعمیر میں، رونق میں صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات
بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات
وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

☆......☆......☆

ایک اور جگہ یوں فرمایا

وہ حکمت جس پر ناز تھا خردمندانِ مغرب کو
ہوس کے پنجہ خونیں میں تیغ کارزاری ہے

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

☆......☆......☆

مغرب کی منافقانہ خارجہ پالیسی کا پردہ ان الفاظ میں چاک کرتے ہیں کہ جب جنگِ عظیم اول کے بعد برطانیہ اور اتحادیوں نے خلافتِ عثمانیہ کے ٹکڑے کر کے ان پر قبضہ کر لیا اور فلسطین کو برطانیہ اور شام کو فرانس نے خاک و خون میں نہلا دیا اور غاصب یہودیوں کو فلسطین میں داخل کر دیا جب کہ اس سے پہلے ترکوں پر ان علاقوں میں ظلم کرنے کا پروپیگنڈہ کرتے تھے۔

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار
یہ پیر کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے
بجلی کے چراغوں سے منور کیے افکار
جلتا ہے مگر شام و فلسطیں پہ مرا دل
تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقدۂ دشوار
ترکان ''جفا پیشہ'' کے پنجے سے نکل کر
بے چارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار

☆......☆......☆

ایک اور جگہ فرمایا کہ انگریزوں کی بے روح تہذیب سرتاپا فساد ہی فساد ہے۔

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

☆......☆......☆

اردو کی نسبت اقبالؒ کے فارسی کلام میں مغربی تہذیب کے گھناؤنے پہلو زیادہ پائے جاتے ہیں۔ایک مثال پیشِ خدمت ہے،جس کا مفہوم ہے

''مغرب ایسا بھیڑیا ہے جس نے اپنے اوپر بھیڑ کی کھال اوڑھ رکھی ہے اور ہر زمانے میں دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے بھیڑ کی کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھتا ہے۔انسانیت کو درپیش ساری مشکلات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔نسلِ انسانی کو اس نے بہت زیادہ غموں سے دوچار کیا ہے۔''

گرگی اندر پوستین برہ ئی
ہر زمان اندر کمین برہ ئی
مشکلاتِ حضرت انسان از اُوست
آدمیت را غمِ پنہان از اُوست

مغربی جمہوریت کو پرانے ادوار کی ظالمانہ بادشاہت کا ہی ایک چہرہ قرار دیتے ہیں جو درحقیقت ایک آدم خور بھوت ہے مگر اپنے سوانگ کی وجہ سے پری کی مثل نظر آتا ہے۔

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِ مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تُو
آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

☆......☆......☆

دشمن کو دشمن نہ سمجھنے اور ان سے مقابلے کی تیاری نہ کرنے کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو آج ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ جنگ و جدال اور بربریت کے حوالے سے اہلِ مغرب کا تاریخی ریکارڈ انتہائی شرمناک ہے۔ جس کا موجودہ دور میں ٹریلر 9/11 کے ڈرامے کے بعد ہونے والے سلوک سے دیکھا جا سکتا ہے۔ جس طرح ان دجالوں نے عراق، شام، لیبیا، افغانستان، فلسطین اور دیگر بلادِ اسلامیہ میں لاکھوں مسلمانوں کو معصوم بچوں اور عورتوں سمیت خاک و خون میں نہلایا ہے اس کے سامنے ہلاکو اور چنگیز بھی معصوم نظر آتے ہیں۔

تو نے دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

☆......☆......☆

مگر افسوس ہے مسلمان کی مجرمانہ سادگی پر کہ وہ پھر بھی انہی کو اپنا مسیحا سمجھتا ہے اور ان کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ان کا دجالی میڈیا ان کی نام نہاد انسانی حقوق کی علمبرداری کا ایسا ڈھونگ رچاتا ہے کہ اس مکاری اور جھوٹ پر شیطان بھی کانوں کو

ہاتھ لگاتا ہوگا اور دنیا میں سارے فساد کی جڑ اور دہشت گرد پھر بھی بے چارہ مسلمان ہی ٹھہرتا ہے۔ بقول اکبر الٰہ آبادی:

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اقبالؒ نے مغرب کی قسطائیت اور کھوکھلے پن کا پردہ چاک کرنے کے ساتھ ساتھ اس باطل نظام کے تلپٹ ہونے کی نوید بھی سنائی ہے جسے ہمیں اپنے پلّے باندھ لینا چاہیے۔ جلد یا بدیر اس مادی دجالی تہذیب کا انجامِ کار ہوگا اور یہ اپنی شیطنت کے ہاتھوں اپنی قبر کھودے گی۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

بانیٔ سلسلہ توحیدیہ نے ہمیں جو تعلیم دی ہے کہ عام مسلمانوں کو پکا مومن اور ولی اللہ بنائیں، اس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی استعداد کے مطابق اپنی صلاحیتیں معاشرے کے بگاڑ کو درست کرنے میں لگائیں نہ کہ بزدلوں کی طرح کسی گوشۂ عافیت میں پناہ ڈھونڈتے پھریں۔ یاد رکھیں کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ نے ہم سے اپنی عطا کردہ نعمتوں کا جب سوال پوچھا تو اس میں سرِفہرست اس شعور کی بابت پوچھے گا جو قرآن اور سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کی وجہ سے ہمارے اذہان و قلوب میں پیدا ہوا کہ کیا ہم نے اس کا حق ادا کیا ہے؟ اور معاشرے کو اس کے ذریعے فائدہ پہنچایا؟

اس لیے ہمیں چاہیے کہ قیامت کے دن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے مرشدؒ کے سامنے سرخرو ہونے کے لیے عمل کے میدان میں اتریں۔ سلسلے کی تعلیمات پُر جوش اور مستقل مزاجی سے عمل کرتے ہوئے اسے دوسروں تک پہنچائیں اور دامے درمے سخنے ہر طرح سے اس توحیدی مشن کا ہراول دستہ بن جائیں۔

آیئے! اب اللہ جو کہ ہمارا رحیم و کریم آقا و مولا ہے اس سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اپنے قرب کی بلند ترین منازل نصیب فرمائے۔ مسلمانوں کو کفار و مشرکین کے مقابلہ میں غلبہ عطا فرمائے اور ہمیں اس ذلت و خواری سے جلد از جلد نجات عطا فرمائے۔ آمین

محمد یعقوب توحیدی

خادم الفقراء

21/ اکتوبر 2023ء

سالانہ کنونشن 2023ء

(21،20 اکتوبر بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ)

(سید رحمت اللہ شاہ)

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ،قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے سالانہ کنونشن کی تاریخ کا اعلان فرمایا تو سارے پاکستان میں قائم ہر حلقہ میں ایک خوشی اور تحریک مشاہدہ میں آئی ۔مقامی حلقہ جات نے سابقہ روایات کے مطابق سالانہ اجتماع کے انتظامات کے لئے مرکز تعمیر ملت کا رخ کیا۔شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب کی سر پرستی میں ان کی ہدایات وراہنمائی میں انتظامی امور کا آغاز کر دیا۔کم وبیش ڈیڑھ ماہ کی انتھک محنت ومشقت اس موڑ پر آئی کہ مریدین سلسلہ جوق در جوق مرکز تعمیر ملت پر آنے لگے اوران کا بھر پور استقبال ہوا۔دور دراز مسافت سے آنے والے مہمان جمعرات شام سے پہنچنا شروع ہوئے ۔مہمانوں کی آمد کا سلسلہ صبح تین بجے سے قبل از طلوع آفتاب تک جاری رہا۔ 20 اکتوبر بروز جمعۃ المبارک شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے بذات خود تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا سید قیصر شاہ نے آرام گاہوں تک مہمانوں کی راہنمائی کی ۔

نماز فجر با جماعت ادا کی گئی ۔جس کے بعد مہمانوں نے اپنی سہولت کے مطابق آرام کیا۔صبح ناشتہ سے پہلے قبلہ بابا جان مریدین سلسلہ کے ساتھ مرکز تعمیر ملت کے برآمدہ میں جلوہ افروز ہوئے ۔حال احوال اور بات چیت کا سلسلہ ناشتہ تک جاری رہا ناشتہ تک ملتان، چوک اعظم

شجاع آباد دلسوڑی جیسے دوردراز کے حلقہ جات سے تمام مریدین مرکز تعمیر ملت پر موجود تھے۔

سالانہ کنونشن کا پہلا اجلاس صبح دس بجے تلاوت قرآن کریم اور نعت رسول مقبولؐ سے شروع ہوا۔ عام طور پر سالانہ کنونشن کا آغاز نماز عصر کے بعد ہوتا ہے۔ اس سال سالانہ کنونشن کا آغاز خصوصی تربیتی پروگرام سے صبح دس بجے ہونا قرار پایا۔ یہ خصوصی تربیتی نشست اسلام آباد سے جناب غلام مرتضٰی صاحب، ملتان سے جناب خالد بخاری صاحب، گوجرانوالہ سے جناب عبدالقیوم ہاشمی صاحب، محمد شفیق صاحب کی طرف سے ترتیب دی گئی تھی جسے جناب غلام مرتضٰی صاحب نے آگے چلایا۔

کئی مریدین سلسلہ نے اظہار خیال کیا جن میں جناب محمد لیاقت صاحب، جناب محمد سعید صاحب، جناب اسامہ اسد صاحب، جناب حمزہ اسد صاحب، جناب شہزاد محمود بخاری صاحب اور کچھ دیگر بھائیوں کے نام آتے ہیں۔ یہ پہلا اجلاس نماز جمعہ تک جاری رہا نماز جمعہ کے بعد ظہرانہ اور آرام کا وقفہ ہوا۔

دوسرا اجلاس چار بجے نماز عصر کی باجماعت ادائیگی سے شروع ہوا۔ تلاوتِ قرآن پاک، نعت رسول مقبولؐ، عارفانہ کلام کے بعد خادم حلقہ توحیدیہ گوجرانوالہ جناب محمد ریاض صاحب نے خطبہ استقبالیہ دیا۔ جناب محمد ریاض صاحب سالانہ کنونشن کے تمام انتظامی امور کے سربراہ تھے۔ خطبہ استقبالیہ کے بعد وقفہ برائے چائے اور پھر نماز مغرب ادا کی گئی۔

نماز مغرب کے بعد اجتماعی حلقہ ذکر ہوا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب نے تمام حاضرین کو ذکر کا طریقہ بتایا اور بنیادی ہدایات دیں۔ گوجرانوالہ سے ماجد محمود توحیدی صاحب نے حلقہ ذکر کرایا۔ جناب پیر خان توحیدی نے شجرہ خاندان عالیہ توحیدیہ سب کو ساتھ ملا کر پڑھا۔ چوک اعظم سے جناب عبداللہ صاحب نے ختم قرآن پڑھا

جس کے بعد قبلہ بابا جان نے دعا کرائی ۔نمازِعشاء کی اذان ہوئی جس کے بعد نمازِعشاء ادا کی گئی ۔ وقفہ طعام ہوا جس کے بعد تقریب رونمائی کتاب " مقالاتِ معرفت" از جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ ہوئی ۔

تقریب رونمائی کتاب "مقالاتِ معرفت" میں ڈاکٹر احمد رضا خان صاحب نے کتاب ہذا کا بہترین تعارف پیش کیا ۔ پروجیکٹر کے ذریعے اس کتاب کے چیدہ چیدہ اقتباسات زبر دست پیرائے میں پیش کیے گئے ۔ تمام حاضرین تقریب رونمائی کتاب "مقالاتِ معرفت" کے اس شاندار علمی و تحقیقی مجموعہ کو پسند کیا اور جناب ڈاکٹر احمد رضا خان صاحب کی تمام تر گفتگو کو بہترین الفاظ میں سراہا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے پہلے دن کے تمام اجلاس کو بذاتِ خود روشنی بخشی اور خاص طور پر ڈاکٹر احمد رضا خان صاحب کی کاوشوں کو پسند فرمایا۔

سالانہ کنونشن کا پہلا دن اختتام پذیر ہوا۔ سابقہ تمام سالانہ اجتماعات سے اس سال شرکاء کی تعداد خاطر خواہ حد تک زیادہ تھی ۔ مریدین سلسلہ کے علاوہ نئے مہمان افراد کی بھی ایک بڑی تعداد شریک تھی ۔ مرکز تعمیر ملت کے ہال، کمرے، برآمدہ کے علاوہ کئی افراد اجتماع گاہ اور طعام گاہ میں سوتے نظر آئے ۔ دور دراز سے شریک مریدین سلسلہ کے آرام کا خاص خیال رکھا گیا ۔ قرب و جوار کے حلقہ جات سے مریدین سلسلہ کی اکثریت اور خاص طور پر انتظامی امور میں مصروف ترین دن گزارنے والے افراد رات کے وقت اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ محفل جمائے نظر آئے ۔

سالانہ کنونشن کے دوسرے دن کا آغاز صبح نماز فجر کی آذان، نماز فجر، ختم قرآن کریم اور ایصال ثواب سے ہوا۔ ساڑھے چھ بجے خادمان حلقہ جات اور مجازین کرام کی

مجلس مشاورت کے لئے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب نے تمام متعلقہ افراد کو مرکز تعمیر ملت کے ہال میں جمع کیا۔ دیگر مریدین سلسلہ و شرکاء نے آرام کیا، ناشتہ کیا۔ مجلس مشاورت دو گھنٹے جاری رہی جس کے بعد مجلس مشاورت کے شرکاء نے ناشتہ کیا۔

بروز ہفتہ صبح دس بجے دوسرے دن کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ سالانہ کنونشن کا تیسرا اجلاس تلاوت قرآن کریم، نعت رسول مقبول ؐ اور عارفانہ کلام سے شروع ہوا۔ اس کے بعد اظہار خیال کا سلسلہ شروع ہوا جس میں ملتان سے شہزاد محمود بخاری صاحب نے راہ سلوک میں صحبت مرشد کی اہمیت، گوجرانوالہ سے جناب عبدالقیوم ہاشمی صاحب نے قرآن کریم اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم، فتح پور سے مجاہد صاحب نے عالمگیر محبت اور صداقت سلسلہ توحیدیہ کی نظر میں، رحمت اللہ شاہ نے شیخ سلسلہ اور مرید کے باہمی تعلق، شفیق احمد صاحب نے ذکر اللہ کی کثرت قرآن کی روشنی میں، محمد عامر صاحب نے قطع ماسوی اللہ، اور جناب غلام مرتضٰی صاحب نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کی انفرادیت" پر بات چیت کی۔ نماز ظہر۔ ظہرانہ اور آرام کا وقفہ ہوا۔

بروز ہفتہ دوسرا اجلاس نماز عصر کے بعد شروع ہوا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے سالانہ خطبہ 2023ء پیش کیا۔ سالانہ خطبہ کی اشاعت مجلّہ فلاح آدمیت کی صورت شمارہ نومبر 2023ء میں طے پائی۔

نماز مغرب کے بعد حلقہ ذکر چوک اعظم سے جناب مبشر صاحب نے کرایا۔ ختم قرآن شجاع آباد حلقہ سے سید عابد کبیر شاہ صاحب نے پڑھا اور قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی نے دعا کرائی۔ حلقہ ذکر کے بعد بیعت کی نشست ہوئی جس میں کافی نئے افراد نے سلسلہ توحیدیہ میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی کے

دست شفقت پر براہِ راست بیعت کر کے سلسلہ توحیدیہ میں شمولیت اختیار کی۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی بیعت کے حوالے سے ایک بلند معیار کے حامی ہیں کئی خادمان حلقہ اور دیگر مریدین سلسلہ نے ذاتی طور پر گزارشات پیش کیں کہ بیعت کے حوالے سے کسی قدر نرمی برتی جائے تا کہ نئے لوگوں کو سلسلہ توحیدیہ میں باقاعدہ شامل کیا جا سکے۔ خادمان حلقہ جات نے بعد از بیعت خصوصی روابط سے کسی قسم کی کمی بیشی کو دور کرنے کا وعدہ کیا۔ بنابریں حالات قبلہ بابا جان نے اس بات کو تسلیم کیا کہ اس سال بیعت کے لئے پیش کیے جانے والوں میں سے کم از کم لوگوں کو بیعت سے انکار کیا جائے گا۔ اس خصوصی موقع کا بھرپور فائدہ اٹھانے والوں میں حلقہ توحیدیہ گوجرانوالہ سرفہرست رہے جہاں سے کافی بھائی سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ خادم حلقہ توحیدیہ گوجرانوالہ جناب محمد ریاض صاحب بیعت کی اس تحریک کے روح رواں رہے۔

سالانہ کنونشن کے آخری اجلاس کے بعد از طعام و آرام رات دس بجے محفل سماع کا پروگرام تھا۔ محفل سماع کا انتظام جناب حافظ محمد یٰسین صاحب کی سربراہی میں تھا۔ قوال نوکھر سے آئے کلام کا انتخاب خوب تھا۔ محفل سماع رات دو بجے تک جاری رہی جس کے بعد بھائیوں نے آرام کیا۔ صبح ساڑھے پانچ بجے نماز فجر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد ختم قرآن ایصالِ ثواب و دعا ہوئی۔ تمام مہمان دوست احباب اور مریدین سلسلہ نے ناشتہ کیا اور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی سے الوداعی ملاقات کر کے دعائیہ کلمات کے ساتھ رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مرشد قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائے اور ہم سب کو سالانہ کنونشن کے ثمرات سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

عالمگیر محبت اور صداقت

(محمد مجاہد محمود چوک اعظم)

محبت کو ۳ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔اللہ سے محبت ۲۔حضور ﷺ سے محبت ۳۔مخلوق سے محبت

اللہ سے محبت

کانوں نے سنا جب تمہارا نام میرے اللہ

سر سجدے میں گیا سبحان ربی الاعلیٰ

تمام عبادات کی غرض و غایت اللہ کا قرب اور اسکی محبت ہے۔اسلئے کہ بندے کا مطلوب اللہ عزوجل ہے۔ اسطرح اللہ کی محبت انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ ہے۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں مختلف مقامات پر تدابیر کو واضح کیا جو بندے کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کر سکتی ہیں۔ایک آدمی دوسرے آدمی سے محبت کرتا ہے۔ماں باپ اپنے بچوں سے محبت اور قوم اپنے مخلص رہبر سے محبت کرتی ہے۔اللہ کی ذات واحد اور احد ہے۔کوئی اسکا مثل نہیں انسان اللہ کی ذات کا کوئی تصور تک قائم نہیں کر سکتا اس لیے اللہ سے محبت کا معیار بالکل مختلف اور جدا ہے۔

حضور ﷺ سے محبت

مجھ میں انکی ثنا کا سلیقہ کہاں

وہ شاہِ دو جہاں وہ کہاں میں کہاں

حضورﷺ کے فرمان یوں تو سبھی حکمت وعرفاں سے مالا مال ہیں مگر کچھ احادیث ایسی ہیں جو اپنے اندر مفاہم و مطالب کا عمیق سمندر سموئے ہوئے ہیں۔انہی احادیث میں سے ایک کا خلاصہ یہ ہے حضورﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اسکو اپنے ماں باپ اپنی اولاد میں سے سب سے زیادہ مجھ سے محبت نہ ہو۔

کی محمدﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

مخلوق سے محبت

سب سے پہلی بات جو اس ضمن میں یاد رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ اخلاق حسنہ کی بنیاد محبت اور صداقت پر ہے۔یہاں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ ہم نے محبت اور صداقت دو لفظ استعمال کئے ہیں صرف محبت نہیں کہا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ محبت کے ساتھ صداقت۔

۱۔ طاعت وفرماں برداری
۲۔ سخاوت وایثار اور قربانی
۳۔ رحم وکرم
۴۔ عفوودرگزر اور چشم پوشی
۵۔ نرمی اور خوش مزاجی
۶۔ حلم وبرداشت
۷۔ عاجزی وانکساری
۸۔ مدد وخدمت

الغرض یہ اور ان کے علاوہ کئی اور مکارم اخلاق ہیں جو سب کے سب محبت کی وجہ سے انسان کے کردار کا جزو لاینفک بن جاتے ہیں۔دنیا میں جتنے بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں ان سب کے اخلاق میں یہی صفات تھیں جو نمایاں نظر آتی تھیں۔تم اگر واقعی خدا کے محبوب بندے بننا اور دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے سوائے چارہ نہیں کہ دل میں ایک عالمگیر محبت پیدا کرو اور اس کے ساتھ ساتھ اوپر بیان کئے ہوئے فضائل

اخلاق کو بھی نشو ونما دیتے رہو۔لیکن صداقت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو ورنہ ساری نیکیاں بدیوں میں تبدیل ہو جائیں گی اورتم ولی الرحمٰن بننے کے بجائے ولی الشیطان بن جاؤ گے۔ہاں تو اخلاق حسنہ پیدا کرنے کے لئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو۔اوراپنے دل ودماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔مجنوں لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا،تم کیسے محبّ ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کر سکتے۔

صداقت

سلوک میں صداقت کا درجہ بھی محبت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔محبت کی ابتدا میں انسان بے راہ روی اختیار کر سکتا ہے لیکن صداقت ایسے وقت میں اس کے لئے گارڈ اور محافظ کا کام دیتی ہے اور وہ راہ راست سے ہٹنے نہیں پاتا۔صداقت اور حق دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔مجمل طور پر یہ یاد رکھو کہ جن باتوں کے کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے ان کو کرنا اور جن کو نہ کرنے کا حکم دیا ہے ان کو نہ کرنا ہی حق ہے۔لیکن زیادہ آسانی سے سمجھ میں آنے کے لئے ہم تھوڑی سی تفصیل بیان کرتے ہیں۔تمہارے بدن میں سب سے اوپر سر ہے اور سر میں دماغ ہے، دماغ کا کام سوچنا ہے۔صداقت کا اقتضا ہے کہ کسی کے متعلق کبھی کوئی بری بات نہ سوچو۔دماغ کے بعد آنکھیں ہیں،آنکھوں کی سچائی یہ ہے کہ کسی کو بری نظر لالچ اور غصہ یا تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو۔کانوں کی صداقت یہ ہے کہ کبھی کسی کی برائی یا عیب کانوں سے نہ سنو۔ اگر کوئی بیان بھی کرے تو انکار کر دو۔ابو داؤد میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے کانوں تک کسی صحابی کا عیب مت پہنچاؤ۔

میں چاہتا ہوں کہ انتقال کے وقت میں تم میں سے اس طرح جاؤں کہ میرا سینہ تمہاری طرف سے بالکل صاف ہو۔اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کسی کا عیب سننا جائز نہیں سمجھتے تھے۔تم بھی ایسا ہی کرو اور جب کوئی تم سے کسی کا عیب بیان کرنے لگے تو سننے سے انکار کردو۔کانوں کے بعد زبان ہے، زبان کی صداقت یہ ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولو کسی کو گالی نہ دو سخت کلامی سے پیش نہ آؤ کسی کا مذاق نہ اڑاؤ چغلی مت کھاؤ غیبت نہ کرو کوئی حرام چیز نہ چکھو اور کسی کا عیب بیان نہ کرو۔ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے سامنے دنیا بھر کی نعمتیں رکھ دی جائیں تو بھی میں کسی کا عیب بیان نہ کروں گا۔قرآن کریم میں بھی حکم ہے کہ **لا یُغتب بَعْضُکُم بَعْضًا**۔یعنی کسی کی غیبت نہ کرو۔غیبت میں کیا ہوتا ہے۔عیب ہی تو بیان کئے جاتے ہیں۔اس لئے تم کسی کا عیب دیکھ بھی لو تو بھی بیان نہ کرو۔زبان کے بعد ہاتھ ہیں، ہاتھوں کی صداقت یہ ہے کہ کسی کو ان ہاتھوں سے نہ مارو۔نہ ان چیزوں کو چھوؤ جن کا چھونا جائز نہیں۔ہاتھوں کے بعد پاؤں ہیں، پاؤں کی صداقت یہ ہے کہ بری جگہ چل کر نہ جاؤ۔یہ ہے تمہارے بدن کے ہر عضو کی صداقت اور تم کو ان میں سے ہر ایک بات کا خیال رکھنا اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔فقر اور بزرگی حاصل کرلینا کھیل یا مذاق نہیں ہے۔یہ سب کچھ کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا زندہ رہنے کے لئے کھانا پینا۔

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہورِ کامل۔ کب اور کیسے؟

(ڈاکٹر اسرار احمد)

حضور ﷺ کی عظمت کا آخری اور کامل ظہور ابھی باقی ہے۔قرآن مجید میں تین جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ:''وہی (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو الہدیٰ (یعنی قرآن حکیم) اور دین حق دے کر تا کہ غالب کرے اس (دین حق) کو پورے کے پورے نظامِ زندگی پر۔''

اس موضوع پر میری کتاب ''نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت''میں اس آیت مبارکہ پر ۴۴صفحات پر مشتمل مقالہ شامل ہے۔مذکورہ بالا آیت کی رو سے بعثتِ محمدی ﷺ کا مقصد غلبہ دین ہے' جبکہ بعثتِ محمدی ﷺ تمام نوعِ انسانی کے لئے ہے۔یہ مضمون قرآن مجید میں مختلف الفاظ میں پانچ مرتبہ آیا ہے'لیکن اس ضمن میں اہم ترین آیت یہ ہے کہ:

ترجمہ''اور ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو (اے محمد ﷺ) مگر پوری نوعِ انسانی کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر......''

اس صُغریٰ کُبریٰ کو جوڑ لیجئے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مقصد بتمام وکمال صرف اس وقت پورا ہوگا جب کہ کُل روئے ارضی پر اور پورے عالمِ انسانیت پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

احادیثِ نبوی ﷺ میں قیامت سے قبل عالمی غلبہ اسلام کی صریح پیشین گوئی موجود ہے۔محمد رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگا۔ہمیں یقین ہے کہ وہ دور لازماً آئے گا اور اُس وقت اصل میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بتمام وکمال پورا ہوگا۔آج سے چودہ سوسال پہلے خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی افواج نے جس طرح تین اطراف میں پیش قدمی کی تھی اس وقت اسلام کا عالمی غلبہ زیادہ دور نظر نہیں آ رہا تھا۔شمال کی طرف جانے والی افواج نے ایشیائے کوچک میں جا کر دم لیا تھا اور مشرق ومغرب میں اس تیزی سے فتوحات ہورہی تھیں کہ ''رکتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا!'' کوئی طاقت ایسی نہیں تھی جو اس سیل رواں کو روک سکے،لیکن اُس وقت اسلامی انقلاب کو اندرونی طور پر سبوتاژ کیا گیا۔عبداللہ بن سباء نامی ایک یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور اندرونی طور پر انتشار وخلفشار پیدا کر کے مسلمان کو مسلمان سے لڑا دیا۔اسی خلفشار کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا اور اس کے بعد چار برس تک مسلمانوں میں خانہ جنگی ہوتی رہی جس میں ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں اور نیزوں سے قتل ہو گئے ۔اسلامی فتوحات کا سلسلہ نہ صرف رک گیا بلکہ رجعت قہقری کا شکار ہوگیا ۔لیکن اسلام کے عالمی غلبے کا یہ کام ہونا ہے جس کی خبر محمد رسول اللہ ﷺ نے دی تھی ۔اور قرائن بتا رہے ہیں کہ وہ وقت اب دُور نہیں ہے ۔ہمارے شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال جو بڑے دور اندیش (visionary) تھے،جن کا اپنا دعویٰ ہے کہ '' گاہ مری نگاہ تیز چیر گئی دلِ وجود'' انہوں نے دل وجود کو چیر کر دیکھ لینے والی نگاہ سے مستقبل کے پردوں کو چیر کر دیکھا ہے کہ کیا کچھ ہونے والا ہے۔کیا کیف ہوگا جبکہ جامع مسجد قرطبہ کے باہر بہنے والے دریا کے کنارے علامہ نے اپنا یہ وجدان پیش کیا۔

آبِ روانِ کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب
عالمِ نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب !

علامہ اقبال مزید فرماتے ہیں۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی !
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی !
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے !
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے !!

پس یہ دور تو آ کر رہے گا' لیکن یاد رکھیے کہ یہ اب بھی اسی طرح آئے گا جیسے ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ کی محنت اور قربانیوں سے آیا تھا۔ وہ لوگ سراسر محروم رہ گئے جو اُس دور میں موجود تھے اور پھر بھی انہوں نے اس جدو جہد میں حصہ نہ لیا۔ وہ کفر کے دامن سے وابستہ رہے یا انہوں نے نفاق کا لبادہ اوڑھ لیا۔ وہ لوگ انتہائی

بدبخت اور محروم تھے جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کا دورِ سعادت پایا لیکن آپ ﷺ کے دست و بازو نہ بنے ۔ان کے لئے روحانی ترفع' مقاماتِ بلند اور جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کے کس قدر مواقع تھے' لیکن وہ لوگ محروم رہ گئے ۔ اور جنہوں نے :

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ (الفتح : ٢٩) والی روش اختیار کی وہ کامیاب ہو گئے ۔ترجمہ آیت: ''اللہ کے رسول محمد ﷺ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر بہت سخت اور آپس میں رحیم ہیں''۔

اور جنہوں نے کامیاب تجارت کا راستہ اختیار کیا وہ سرخرو ہو گئے' جس کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو ! میں تمہاری راہنمائی کروں ایسی تجارت کی طرف جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔''

یہ سورۂ مبارکہ ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو!''

اس کے بعد الفاظ آتے ہیں:

ترجمہ: ''کون ہیں میرے مددگار اللہ کے راستے میں؟''

تو جان لیجیے کہ اسلام کا عالمی انقلاب پکار رہا ہے اور ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ'' کی آواز ہم اپنے روحانی کانوں سے سن سکتے ہیں ۔علامہ اقبال نے حق و باطل کی آویزش کے بارے میں کہا تھا ۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی!

حق و باطل کی جنگ ختم نہیں ہوئی' بلکہ ایک نئی شان اور ایک نئی ہیبت کے ساتھ آنے والی ہے۔بقول علامہ اقبال ۔

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا!
اللہ کو پا مردیٔ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا!

قرآن کے الفاظ میں''**بَــأْسٌ شَــدِيْـدٌ** ''اور حدیث نبویؐ کے الفاظ میں'' **اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى** ''عنقریب آنے والی ہے یہ زیادہ دور نہیں ہے۔اس معرکہ حق وباطل کے لئے'' **كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللهِ** ''کی پکار سنائی دے رہی ہے۔غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے پکارا تھا:

ترجمہ:''میری طرف آؤ اے اللہ کے بندو! کہاں جانے والے ہو؟ اے بدر میں ساتھ دینے والو اور حدیبیہ میں بیعت علی الموت کرنے والو! میری طرف آؤ!!

آج بھی یہ پکار بالفعل موجود ہے۔کون ہے جو اس پکار پر لبیک کہے؟ جو اپنا تن من دھن اس کے لئے وقف کرنے کو تیار ہو؟ یہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارا عملی تعلق ۔ یہ حُبِ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لیے تن من دھن ایک کر دیا جائے حُبِ رسولؐ کے تقاضے کو ابو بکر صدیقؓ نے سمجھا تھا جنہوں نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ ایک وقت میں گھر میں جھاڑو پھیر کر سارا مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا' اور جب

ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تھا کہ گھر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام چھوڑ آیا ہوں! اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنے والے تو وہ تھے۔ محفلیں منعقد کر لینا' کھڑے ہو کر سلام پڑھ لینا یا جلوس نکال لینا حُبِ رسول نہیں ہے! حُبِ رسول تو یہ ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی جدوجہد میں جان' مال اور وقت کھپا دیا جائے۔ اس ضمن میں آپ میرے دو کتابچے ''حُبِ رسولؐ اور اس کے تقاضے'' اور ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کا مطالعہ کیجیے' ان میں ایک پورا پیغامِ عمل اور دعوتِ عمل موجود ہے۔

اسلام کا عالمی غلبہ اور نظامِ خلافت کا قیام ایک شدنی امر اور ایک اٹل حقیقت ہے' اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ ہاں فرق صرف اس میں واقع ہو گا کہ کون درجاتِ عالیہ کے حصول کے سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کون اپنے آپ کو محرومین کی فہرست میں رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق دے کہ ہم اس کشاکش خیر وشر اور روح وبدن کے درمیان جو معرکہ درپیش ہے' اس کا پھر ایک Climax جو آنے والا ہے' اس میں حق کے سپاہی اور اللہ کے دین کے خادم بن کر قرآن حکیم کے ان الفاظ کی عملی تصویر بن جائیں:

ترجمہ: ''بے شک میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

اس کے لیے عزمِ مصمم اور فیصلہ کریں کہ ہمیں اسی جدوجہد میں اپنے آپ کو ہمہ تن جھونک دینا ہے۔

تبتل الیہ تبتیلا (قطع ماسوائے اللہ)

(محمد عامر اسلام آباد)

تبتل الیہ تبتیلا۔یعنی قطع ماسوائے اللہ۔یعنی ہر چیز سے تعلق توڑ کر صرف اور صرف اللہ سے ناطہ جوڑا جائے۔اسی لفظ کی ضد رہبانیت ہے۔جسکی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے۔اپنے تمام حقوق و فرائض کو پورا کرتے ہوئے اللہ کو پایا جائے یہی تصوف ہے۔ اس تعلق کو کس طرح مضبوط سے مضبوط بنایا جائے اسکے لیے کچھ خارجی امکانات ہیں اور کچھ داخلی۔

قیام الیل:۔

یعنی راتوں کو قیام کرنا تہجد کی ادائیگی۔اگر کوئی سالک جلدی راستہ طے کرنا چاہتا ہے تو اسکو تہجد ضرور پڑھنی چاہیے۔ایک حدیث کے مطابق اللہ اپنے بندوں سے نوافل میں ملتا ہے اسکو قرب نوافل کہا گیا ہے۔

۲۔ترتیل قرآن:۔

قرآن پاک کی تلاوت کرنا حدیث کے مطابق اللہ کو وہ کام پسند ہے اگرچہ وہ تھوڑا کیا جائے پر تواتر کے ساتھ کیا جائے۔ہمارے سلسلے کی تعلیم بھی یہی ہے کہ پاؤ سپارے کی روز تلاوت کی جائے۔اور جو بات مفید لگے اسکو لکھ لیا جائے اور اس پر عمل بھی کیا جائے۔ایک بار حضورؐ نے صحابہ کو فرمایا کہ علم کو قید کر لیا کرو۔صحابہ کے پوچھنے پر بتایا کہ اسکو لکھ لیا جائے۔قرآن پاک کی تلاوت سے نہ صرف ایمان پیدا ہوتا ہے بلکہ اسکے ساتھ ساتھ

یاد بھی ہوتا رہتا ہے۔

۳ذکرالٰہی:۔

قرآن پاک میں ذکر الٰہی تین قسم کے ہیں ۔قرآن پاک کی تلاوت، نماز جوکہ ایک جامع ذکر ہے کیونکہ یہ قلبی ذکر بھی ہے اور عملی بھی ۔اور تیسری قسم سے مراد درود شریف اور وہ تمام مسنون دعائیں جو کہ حضورؐ نے مانگی۔اور افضل ذکر حدیث کے مطابق لا الہ الا اللہ کو کہا گیا ۔اور آپ سب بھائی پاس انفاس اور نفی اثبات کے فوائد وثمرات سے بخوبی واقف ہیں۔

۴صبر جمیل:۔

ہر مصیبت ،دکھ، رنج اور پریشانی میں صبر کیا جائے اور اسے من جانب اللہ سمجھا جائے اور اسی پر ایمان رکھا جائے ۔جو لوگ احساسات اور جذبات پر قابو پا لیتے ہیں ان کو یہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ ماحول سے متاثر ہوئے بغیر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اور اپنا مقصد حاصل کیے بغیر دم نہیں لیتے۔

۵تبتل الی اللہ:۔

یعنی اندر سے بالکل یکسو ہو جائے ہر قسم کا ڈر اور خوف نکل جائے ۔

صرف اللہ ہی اللہ ہو۔

۶توکل علی اللہ:۔

کسی اور سے اور کسی اور پر سہارا، دارومدار اور تکیہ نہ ہو ۔ نہ کسی سے امید ہو ۔ یعنی بے ہمہ باہمہ۔کسی اور کے ساتھ بھی نہ رہو اور سب کے ساتھ بھی رہو ۔جیسے قیامت کا دن نہ ماں نہ باپ نہ بہن نہ بھائی اور نہ کوئی دوست کام آئے گا۔

۷ والصبر علی مایقولون:-

لوگوں کی تعریفیں یا مذاق آپ کو اپنے راستے سے غافل نہ کردیں۔آپ کا ایک ہی مقصد ہو صرف اللہ اور اللہ۔غرض یہ ہے کہ آلام و تفکرات تمہارے قوائے عمل کو مفلوج نہ کرسکیں اور ہمیشہ خوش رہنے کی عادت پڑ جائے۔

۸ ذرنی والمکذبین:-

جھٹلانے والوں کو اللہ کے حوالے کردیں۔نہ ان کے بارے میں سوچیں اور نہ غور و فکر کریں۔اور نہ یہ سوچیں کہ مخالفین کی رسی کو کیوں ڈھیل دی جارہی ہے بس اللہ کا دھیان لائیں اسی پر Focus کریں۔غصہ اور نفرت کی نفی کریں۔اور لوگوں سے خوب محبت کریں۔آپ کے دل و دماغ میں کسی کے لیے کوئی بات آگئی ہے تو فوراً اس سے توبہ کریں اور اسکے لیے دعا شروع کردیں۔جلد ہی آپ کا مداوا ہو جائے گا۔نفسیاتی خواہشات کو دین کے تابع کردیں نہ کہ دین کو اپنی خواہشات کے تابع کردیں۔بعض لوگ پیچیدگیاں پیدا کردیتے ہیں جو کہ راہِ سلوک میں مشکلات پیدا کردیتے ہیں

(موتو قبل انت موتو)یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ۔مرنے سے پہلے اپنی خواہشات کو اتنا دباؤ کہ اپنے دین اور حلقے کی تعلیمات کو مقدم جانا جائے پھر دنوں کی منزل گھنٹوں میں طے ہونے لگے گی اور قرب الٰہی میسر آئے گا۔اسی طرح ہے کہ

پڑھ کے ہسٹری مجھے کامل یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا

کیا ہمارے پاس اس سوال کا جواب ہے؟

(مرسلہ: حافظ محمد یٰسین)

ابوقدامہ شام کے رہنے والے تھے۔وہ اپنے وقت کے عظیم مجاہد اور مسلمانوں کے لشکر کے سالار تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔دل میں جذبہ جہاد بیدار رہتا مردمیدان تھے، بے شمار لڑائیوں میں حصہ لیا اور ہمیشہ غازی بن کر واپس آئے۔ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے کہا: ''ابوقدامہ! آپ نہ جانے کتنے معرکوں میں حصہ لے چکے ہیں۔یقیناً اس جہاد میں بعض ایسے واقعات بھی پیش آئے ہوں گے جن سے آپ بہت زیادہ متاثر ہوئے ہوں گے۔ہمیں کوئی ایسا واقعہ سنائیں جس سے ہمارے ایمان تازہ ہوں اور شوق جہاد ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائے۔'' ابوقدامہ کہنے لگے: تو سنو، میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے میں بہت زیادہ متعجب اور متاثر ہوا:

صلیبی جنگیں اپنے عروج پر تھیں۔جب بھی عیسائیوں سے مقابلہ ہوتا، ہمارے نوجوان اسلام کی عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لئے سر پر کفن باندھ کر دشمن کے مقابلے میں فولاد بن جاتے۔ہمیں معلوم ہوا کہ اسلامی سرحد پر دشمن کی فوج جمع ہو رہی ہے۔میں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ''**رقہ**'' کا رخ کیا۔''رقہ'' شام میں دریائے فرات کے کنارے ایک بڑا قصبہ ہے میں نے وہاں سے اونٹ خریدا اور اس پر سامانِ حرب رکھا۔شام کے وقت قصبے کی مساجد میں گیا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی۔کئی نوجوان ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔مجاہدوں کے لئے لوگوں نے سازو سامان کا ڈھیر لگا دیا۔

رات ہوئی تو میں نے ایک کمرہ کرائے پر لیا اور وہاں ٹھہر گیا۔رات کا کچھ حصہ گزرا تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنی رات گئے مجھ سے کون ملنے کے لیے آ سکتا ہے میں اس شہر میں بالکل اجنبی اور نووارد ہوں۔آخر یہ کون ہوسکتا ہے؟اسی سوچ بچار میں تھا کہ دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔جب میں نے دروازہ کھولا تو گلی میں ایک باپردہ با حیاء خاتون نظر آئی۔جب رات گئے ایک خاتون کو دیکھا تو ڈر گیا کہ الٰہی ! یہ کیا ماجرا ہے؟میں نے کہا: اللہ کی بندی تو یہاں کیا لینے آئی ہے؟ کہنے لگی: آج تم ہی نے مساجد میں مجاہدین کے لیے سازوسامان اکٹھا کیا ہے؟میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ ایک چھوٹی سی پوٹلی میرے حوالے کر کے روتی ہوئی چل دی۔مجھے اس کے رونے پر بڑا تعجب ہوا۔پوٹلی میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے قندیل روشن کی اور پوٹلی کو کھولا تو اس میں ایک خط اور بالوں سے بنی ہوئی رسی تھی۔ میں نے اس خط کو پڑھا۔خط کا مضمون کچھ یوں تھا:

''ابوقدامہ! آج تم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور اس میں مالی طور پر شرکت کی دعوت دی۔میں ایک عورت ہوں،خاتون خانہ ہوں۔میں جہاد نہیں کرسکتی،نہ میرے پاس مال و دولت ہے کہ میں مجاہدین کے لیے مال پیش کرسکوں۔چنانچہ میرے پاس جو نہایت خوبصورت اور اہم چیز تھی وہ میں تمہارے پاس لے کر آئی ہوں۔یہ میرے بالوں کی لٹ ہے۔ میں نے اس سے یہ رسی بنائی ہے۔تم اس رسی سے کسی مجاہد کے گھوڑے کو باندھ لینا۔ہوسکتا ہے کہ جب میرا ربّ مجاہد کے گھوڑے کو میرے بالوں سے بنی ہوئی رسی سے بندھا دیکھے تو اس کو میرا یہ عمل پسند آجائے اور وہ مجھ سے راضی ہو جائے اور مجھے معاف کر کے جنت دے دے۔''

ابوقدامہ کہنے لگے: مجھے اس خاتون پر بڑا تعجب ہوا، راہِ جہاد میں اس کی شرکت، اپنی مغفرت کی فکر اور جنت کا شوق، سبحان اللہ! ہر چند کہ یہ کام شریعت میں جائز نہیں کہ کوئی عورت اپنے بالوں کو کاٹے اور ان کی رسی بنائے، لیکن جہاد کی محبت اور جنت کا شوق اس پر غالب آ گیا اور وہ یہ کام کر گزری۔ میں اس رسی کو اپنے سامان میں رکھ کر سو گیا۔

اگلے دن صبح سویرے حسب پروگرام مجاہدین کا قافلہ سرحد کی طرف میدان جنگ میں شرکت کے لیے روانہ ہوا۔ جب ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے پاس پہنچے تو پیچھے سے ایک گھڑ سوار تیزی سے ہماری طرف بڑھتا نظر آیا۔ وہ آواز لگا رہا تھا: ابوقدامہ! ذرا رک جاؤ، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم چلو! میں اس آدمی کی بات سن کر آتا ہوں۔ میں رُک گیا اور سوار کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گھڑ سوار میرے پاس آ کر رکا۔ چہرہ چادر سے ڈھکا ہوا تھا، آتے ہی بولا: اللہ کا شکر ہے کہ میری آپ سے ملاقات ہوگئی ہے اور میں نے گھر والوں سے کیے وعدے کو پورا کر دیا ہے۔ میں نے کہا: کونسا وعدہ! اور مجھ سے ملنے کی غرض وغایت کیا ہے؟ کہنے لگا: میں جہاد میں شرکت کے لیے آیا ہوں۔ تاخیر ہوگئی۔ میں نے کہا: اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ۔ اگر تمہاری عمر جنگ وقتال کے قابل ہوئی تو تمہیں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا ورنہ میں تمہیں واپس کر دوں گا۔ جب اس نے چہرے سے پردہ ہٹایا تو میرے سامنے ۱۶، ۱۷ سال کا نہایت خوبصورت نوجوان کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا: تمہارا والد زندہ ہے؟ کہنے لگا: نہیں! اس کو صلیبیوں نے شہید کر دیا ہے۔ میں اللہ کے ان دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا: تمہاری والدہ زندہ ہے؟ کہنے لگا: ہاں وہ زندہ ہے۔ میں نے کہا: پھر اس کی خدمت کرو اور اس کے پاس واپس چلے جاؤ، اس کے قدموں میں جنت ہے۔ اس نے میری اس بات پر بڑا تعجب کیا اور کہنے لگا: آپ میری والدہ کو نہیں جانتے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہنے لگا: اتنی جلدی بھول گئے،

میری والدہ وہی پوٹلی والی خاتون ہے جورات کو آپ کی خدمت میں آئی تھی۔ مجھے رات کا واقعہ یاد آ گیا۔ میں نے کہا: اچھا تو وہ تمہاری والدہ تھیں۔ کہنے لگا: ''ہاں وہ میری والدہ تھی اور اسی نے مجھے کافروں سے جہاد کے لیے روانہ کیا ہے اور مجھے قسم دی ہے کہ میں جہاد میں شرکت کیے بغیر گھر واپس نہ آؤں۔''

''ابوقدامہ! جب میں یہاں آ رہا تھا تو میری والدہ نے کچھ نصیحتیں کیں۔ کہنے لگی میرے بیٹے! میری بات غور سے سنو! جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو دیکھنا کہیں تمہارے قدم پھسل نہ جائیں۔ دشمن کے مقابلے میں بھاگ نہ جانا، اور ہاں جنگ کے وقت ربّ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، اپنے ربّ سے اس کے جوارِ رحمت میں جگہ اور مقام طلب کرنا۔ جنت میں اپنے والد اور اپنے ماموں کی ہمسائیگی مانگنا۔ اور پھر میرے پیارے بیٹے! اگر تم کو شہادت مل جائے تو ربّ سے میری مغفرت کی شفاعت کرنا۔''

''پھر میری والدہ نے مجھے اپنے سینے سے لگالیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنے لگی: اے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے، میرا لختِ جگر ہے، میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ میں اسے تیرے سپرد کرتی ہوں اے اللہ! اسے اپنے والد اور ماموں کے پاس جگہ دینا۔''

ابوقدامہ نے بتایا: مجھے اس نوجوان کی گفتگو سن کر بڑا تعجب ہوا۔ اس نوجوان نے جلدی سے کہا: ''ابوقدامہ! آپ کو اللہ کی قسم! مجھے جہاد میں شرکت سے محروم نہ کریں۔ میں ربّ کی راہ میں شہادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ انشاءاللہ! میں شہید ہوں گا، ایک شہید کا بیٹا، ایک شہید کا بھانجا۔ میری چھوٹی عمر پر نہ جائیں۔ میں حافظِ قرآن ہوں، تیراندازی اور شمشیر زنی کا ماہر ہوں، گھڑسواری میرے لئے کھیل اور تماشا ہے۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔''

چنانچہ میرے پاس اس نوجوان کو ہمراہ لے جانے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

ابوقدامہ نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا: دورانِ سفر واقعی اس نوجوان نے

جیسا کہا تھا میں نے ویسا ہی اس کو پایا۔ وہ ہم سب سے آگے آگے اور مجاہدین کی خدمت میں پیش پیش رہتا شام ہونے کو تھی۔ ہم سارے دن کے سفر سے خاصے تھکے ہوئے تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور کھانے پکانے کا سامان کرنے لگے۔ اسی دوران میں وہ لڑکا میرے پاس آیا اور مجھے قسم دے کر کہنے لگا: ''چچا جان! آپ کو اللہ کی قسم! مجھے مجاہدین کا کھانا تیار کرنے کی سعادت حاصل کرنے دیں میں ان کا نوکر اور خادم ہوں۔ میں ان کا کھانا پکاؤں گا۔'' میں نے ہر چند انکار کیا: مگر اس کا اصرار غالب آ گیا۔ میں نے اس سے کہا: اچھا پڑاؤ سے ذرا دور آگ جلاؤ تا کہ اس کے دھویں سے ساتھی پریشان نہ ہوں۔ چنانچہ ہم سے ذرا دور آگ جلا کر کھانا پکانے لگ گیا۔ خاصی دیر گزر گئی تو میرے ساتھیوں نے کہا: ابوقدامہ اپنے ساتھی کی خبر لو، وقت خاصا گزر چکا ہے اور وہ کھانا لے کر نہیں آیا۔ میں نے کہا: میں ابھی اس کے پاس جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کھانا کس مرحلے میں ہے۔ جب اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ چولہے پر برتن رکھا ہے، آگ جل رہی ہے اور ذرا دور وہ نوجوان ایک پتھر پر سر رکھ کر سو رہا ہے۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا اور ہمدردی کے جذبات اُمڈ آئے۔ میں نے اس کو گہری نیند سے اُٹھانا مناسب نہ جانا اور خود کھانا پکانے لگ گیا۔ اس دوران میں کبھی کبھار اس کے پرسکون چہرے کو دیکھتا رہا۔ سارے دن کے سفر کی تھکاوٹ سے وہ دنیا جہان سے بے پروا ہو کر سو رہا تھا۔ اچانک اس کے چہرے پر مسکراہٹ طاری ہوگئی۔ میں نے غور سے اس کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی گئی، پھر اس نے اچانک ہنسنا شروع کر دیا اور پھر زوردار ہنسی کے دوران میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی وہ بڑا شرمندہ اور کھسیانا سا ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کہا: ''مجھے معاف کر دیں، میں نے آپ کے کھانے میں تاخیر کر دی۔ دراصل تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کا غلبہ ہو گیا اور میں غالباً گہری نیند سو گیا تھا، میں خواب دیکھ رہا تھا۔'' میں نے محبت سے اس کو دیکھا اور کہا: کوئی بات نہیں، تم میرے بیٹے ہو،

آ کر مل کر کھانا پکاتے ہیں۔اس نے کہا: نہیں میں آپ کا خادم ہوں، کھانا میں تیار کرتا ہوں۔ اب کی بار میں نے اس کو قسم دی کہ جب تک تم اپنا خواب اور خواب میں مسکرانے اور پھر ہنسنے کا قصہ نہیں سنا لیتے، میں تمہیں کھانے کو ہاتھ نہیں لگانے دونگا۔

کہنے لگا ''چچا جان !اس خواب کو میرے اور میرے ربّ کے درمیان ہی رہنے دیں''۔ میں نے پھر اس کو قسم دی کہ سناؤ تم نے خواب میں کیا دیکھا ہے۔ کہنے لگا: ''چچا جان! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔اس کی خوبصورتی اور حسن کے کیا کہنے! میں اس کی خوبصورتی اور حسن میں محو آگے بڑھتا گیا۔راستے میں مجھے نہایت خوبصورت محل نظر آیا۔ سونے اور چاندی کا بنا ہوا محل اپنی نظیر آپ تھا۔اس کے دروازے سونے کے تھے،اس پر موتی جواہرات لگے ہوئے تھے۔اس میں نہایت خوبصورت لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ان میں سے ایک نے اپنے ساتھ بیٹھی لڑکی کو مخاطب کیا اور میری طرف اشارہ کرکے کہنے لگی: یہ مرضیہ کا خاوند ہے، یہ مرضیہ کا خاوند ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مرضیہ کون ہے، چنانچہ میں نے اس سے پوچھا: کیا تم مرضیہ ہو؟ کہنے لگی: نہیں، میں تو اس کی نوکرانیوں میں سے ایک ہوں۔تم اگر مرضیہ کو دیکھنا اور ملنا چاہتے ہو تو اس محل میں داخل ہو جاؤ، تمہیں وہ مل جائے گی۔ میں اس محل میں داخل ہوا۔اس کے کمرے ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت تھے۔اُوپر والی منزل میں ایک نہایت خوبصورت کمرہ جس میں مسہری سجی ہوئی اور اس پر نہایت خوبصورت روشن چہرے والی خوبرو لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس کے قریب ہوا تو کہنے لگی: اے اللہ کے ولی اور اس سے محبت کرنے والے! مجھے اللہ نے تمہارے لئے اور تمہیں میرے لئے پیدا کیا ہے، میری اور تمہاری ملاقات ضرور ہوگی۔مگر اس ملاقات میں ابھی تھوڑا سا وقت باقی ہے۔میری تمہارے ساتھ ملاقات کل ظہر کے بعد ہوگی۔ میں نے اس کی گفتگو سنی تو چہرے پر مسکراہٹ طاری ہوگئی، پھر میں شوق ملاقات میں ہنسنے لگا''ابو قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا:

تم نے نہایت اچھا خواب دیکھا ہے۔

ابوقدامہ نے آگے بیان کیا: ہم نے رات کا کھانا کھایا اور اگلے دن کے سفر کی تیاری کرکے آرام کرنے کے لیے اپنے پڑاؤ میں چلے گئے۔فجر کی نماز کے بعد ہم نے چھاؤنی کی طرف کوچ کیا اور وہاں باقی اسلامی فوج کے ساتھ شامل ہو گئے۔دن ذرا روشن ہوا تو ہم دشمن کے ساتھ مقابلے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔صفوں کو سیدھا کیا گیا اور کمانڈر نے میمنہ اور میسرہ پر نگران مقرر کیے سورۃ الانفال کی آیات تلاوت کی گئیں اور جہاد کے اجر وثواب کو بیان کیا گیا۔مجاہدین میں جوش وخروش پیدا ہو گیا اور وہ شہادت کے رتبے کو حاصل کرنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ساتھیوں نے اپنے دائیں بائیں اپنے رشتہ داروں،عزیزوں اور بہادروں کو جمع کیا کہ وقت آنے پر ایک دوسرے کی مدد کرسکیں۔مگر اس نوجوان کا یہاں کوئی واقف کار تھا نہ باپ نہ رشتہ دار، جو اس کے بارے میں سوچتا، اس کو اپنے قریب بلاتا۔میں اسی سوچ اور فکر میں تھا کہ اس کو اپنے ساتھ رکھوں۔اچانک میری نظر اس پر پڑی،وہ بالکل اگلی صفوں میں نظر آرہا تھا۔میں صفوں کو چیرتا ہوا اس کے پاس جا پہنچا اور کہا: اے میرے بیٹے! کیا اس سے پہلے بھی کسی معرکے میں شرکت کر چکے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں، یہ میری پہلی جنگ، پہلا جہاد اور کافروں سے پہلا مقابلہ ہے۔میں پہلی مرتبہ میدان جنگ کو دیکھ رہا ہوں۔میں نے کہا: بیٹے! جنگ کوئی کھیل نہیں، بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں۔تم ایسا کرو کہ میدان جنگ کے پچھلے حصہ میں چلے جاؤ۔اگر اللہ نے ہم کو فتح عطا کی تو تم بھی اس میں حصہ دار ہو گے اور اگر خدانخواستہ معاملہ اس کے برعکس ہو تو کم ازکم تمہاری جان تو بچ جائے گی۔اس نے میری طرف عجیب نظروں سے دیکھا اور کہا: آپ ایسی بات کہہ رہے ہیں!! میں نے کہا: ہاں میں ایسی بات کہہ رہا ہوں۔کہنے لگا: چچا جان! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں جہنمی بن جاؤں؟ میں نے کہا: اعوذ باللہ، بیٹے! میں ایسا کیوں چاہنے لگا، جہاد میں ہم جہنم کی آگ

سے بچنے کے لیےتو آئے ہیں۔ہم تو اللہ تعالیٰ سے جنت کے طالب ہیں۔تب وہ مجھ سے کہنےلگا: چچا جان! اللہ تعالیٰ نےتو فرمایا ہے۔

''اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہوجاؤ تو ان کے سامنے پیٹھ مت پھیرنا، اور جو شخص ان کے سامنے اس موقع پر پیٹھ پھیرے گا، مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو، وہ مستثنیٰ ہے۔باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، اور وہ بہت بری جگہ ہے۔'' (الانفال: ۱۵، ۱٦)

کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں میدان جنگ سے بھاگنے والوں میں سے بن جاؤں اور پھر جہنم میرا ٹھکانہ ہو؟ ابو قدامہ کہنے لگے، میں اس کی سوچ اور فکر پر بڑا حیران ہوا۔اس آیت کا مفہوم اور جہاد سے اس کی اس درجہ محبت! میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔اسی دوران میں لڑائی شروع ہوگئی گھمسان کا رن پڑا۔تلواریں چلنےلگیں۔ہمارے درمیان گھوڑے حائل ہوگئے۔دونوں طرف سے بہادروں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ہر ایک کو اپنی اپنی فکر۔زرہیں اور خود کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔لوگ زخمی ہوکر نیچے گر رہے تھے۔پھر میدان میں گرد وغبار چھا گیا۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا حتیٰ کہ دوپہر کا وقت ہوگیا۔مومنین کی اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے مدد فرمائی اور انہیں غلبہ عطا ہوا۔دشمن بھاگنے پر مجبور ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے صلیبیوں کو شکست دی۔جب میدان خالی ہوا تو ہم نے ظہر کی نماز ادا کی اور پھر ہر کوئی اپنے عزیز و اقارب کو تلاش کرنے اور اس کا حال دیکھنے اور پوچھنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔مگر وہ نوجوان جس کا نہ کوئی قریبی رشتہ دار تھا اور نہ کوئی اس کو پوچھنے والا تھا، میرے دل میں اسی کا خیال تھا کہ وہ کہاں ہے۔کہیں زخمی تو نہیں، کہیں دشمن بھاگتے ہوئے

اسے قیدی بنا کر نہ لے گیا ہو؟ دل میں طرح طرح کے خیالات اور وسوسے آتے رہے اور میں اس کو تلاش کرنے کے لیے چل پڑا۔ میں مقتولین اور زخمیوں میں اسے تلاش کرتے کرتے آگے بڑھ گیا کہ دفعتاً ایک طرف سے آواز سنائی دی: لوگو! میرے چچا ابوقدامہ کو تلاش کرو۔ میں نے آواز کی جانب کان لگائے اور اس طرف چل دیا، سامنے اس نوجوان کو شدید زخمی حالت میں دیکھا۔ اس کا جسم زخموں سے چور تھا۔ سینے کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں، وہ یتیم صحراء میں جان کنی کے عالم میں تھا۔ میں تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ میرے بیٹے! میری طرف دیکھو۔ میں ہوں تمہارا چچا ابوقدامہ، یہ میں ہوں ابوقدامہ۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور گویا ہوا: ''اللہ تیرا شکر ہے، ابوقدامہ میرے پاس آگئے ہیں۔ چچا! میری وصیت کو پلے باندھ لیں، اسے غور سے سنیں۔'' میں نے اس کو اپنی گود میں لٹا لیا۔ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھا تو میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اتنا خوبصورت چہرہ! میں نے اپنی عباء سے اس کے چہرے کو صاف کیا۔ دل میں اس کی ماں کا تصور آیا۔ جب اس کو بیٹے کی اطلاع ملے گی تو اس کا کیا حال ہوگا۔ گزشتہ برس اس کا خاوند شہید ہوا، پھر اس کا بھائی اور اب بیٹا۔ اللہ اکبر! اس کے دل پر کیا گزرے گی! نوجوان نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا: ''چچا! اپنی چادر سے میرے جسم کو صاف نہ کریں بلکہ میری چادر سے اس لہو کو صاف کریں۔ چچا جان! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے اس میدان میں دفن کر دیں اور رقہ میں میری والدہ کے پاس ضرور جائیں۔ اس کو خوشخبری سنائیں کہ اس کے رب نے اس کے تحفے کو قبول کر لیا ہے، اس کا بیٹا رب کی بارگاہ میں شہید ہو کر پہنچا ہے، اس نے زخم اپنے سینے پر کھائے ہیں، دشمن کے مقابلے میں پیٹھ نہیں پھیری۔ میری والدہ سے کہیں کہ کل ان شاء اللہ میں جنت میں اپنے والد اور ماموں سے ملاقات کروں گا تو ان کو تمہارا سلام پیش کروں گا۔ چچا جان! میری والدہ میری موت پر

یقین نہیں کرے گی۔ایسا کریں کہ میرے خون آلود کپڑے اپنے ہمراہ لے جائیں۔اس کو دکھائیں اوراس سے کہیں کہ اب تمہاری اپنے بیٹے سے ملاقات انشا ءاللہ جنت میں ہوگی۔

''چچا جان!میرے گھر میں میری ۹ سالہ چھوٹی بہن ہے جومجھ سے نہایت محبت اور پیار کرتی تھی۔جب بھی گھر جاتا خوشی سے چہک اُٹھتی۔جب گھر سے روانہ ہوتا تو غمگین ہوجاتی۔گزشتہ برس والد صاحب کی شہادت سے بڑی غمگین اور پریشان رہی۔جب میں جہاد کے لیے آرہا تھااوراس کومیری روانگی کا پتہ چلاتو میرا راستہ روک کرکھڑی ہوگئی۔اور کہنے لگی :بھیا! ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہو؟ رُک جاؤ،بھیا!جلدی واپس آنا اور زیادہ دیر نہ کرنا،میں اُداس ہوجاؤں گی۔چچا جان!میری بہن کودلاسہ دینا،اس کے سر پر ہاتھ رکھنااور اس کوحوصلہ دینا''۔

اس کی آواز بتدریج آہستہ ہوتی گئی۔وہ مجھ سے گھر کی ،اپنے والدین کی اور جہاد کی باتیں کرتا رہا۔پھراس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔اس کی باتیں اچھی طرح سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔دراصل اس کا آخری وقت آچکا تھا۔اچانک اس نے زور سے کہا:'
'چچا جان،اللہ کی قسم!میرے ربّ نے اس خواب کوسچ کردکھایا ہے۔ربّ کعبہ کی قسم!جوخواب میں نے دیکھا تھاوہ سچ تھااللہ کی قسم!اب میں مرضیہ کودیکھ رہاہوں۔اس کی خوشبوآرہی ہے''۔
اورپھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے میرے ہاتھوں میں جان دے دی۔۔۔

ابوقدامہ کہہ رہے تھے:میں نے اس کے خون آلود کپڑوں کی گٹھڑی بنائی،شہدا کودفن کیا اوراس کا پیغام اس کی والدہ کوپہنچانے کیلئے رقہ آگیا۔رقہ میں نہ تو اس کی والدہ کے نام کا پتہ تھا نہ اس نوجوان کانام پوچھ سکا۔

میں اسی سوچ و بچار میں تھا کہ اس کے گھر کے بارے میں کہاں سے پتہ پاؤں۔ گلیوں میں چلتے چلتے ایک مکان کے باہر میں نے ایک پریشان صورت بچی کودیکھا جومختلف

راہ گیروں سے پوچھ رہی تھی کہ تم کہاں سے آئے ہو۔اگر کوئی کہتا کہ میں میدان جہاد سے آیا ہوں تو وہ اپنے بھائی کے بارے میں سوال کرتی کہ میرا بھائی کہاں ہے۔تم نے اس کو نہیں دیکھا؟ سارے لوگ آرہے ہیں؟ وہ کیوں نہیں آ رہا؟ کہاں چلا گیا؟ لوگ ''ہمیں معلوم نہیں،، کہہ کر آگے بڑھ جاتے۔پھر اس کی نظر مجھ پر پڑی تو پوچھنے لگی: چچا! آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ میں نے کہا: جہاد سے۔وہ بولی: پھر تو آپ کو میرے بھیا کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا۔میں نے اس سے پوچھا تمہاری والدہ کہاں ہے؟ کہنے لگی گھر میں ہے۔میں نے کہا کہ اس کو باہر بلاؤ۔تھوڑی دیر میں اس کی والدہ چادر میں لپٹی ہوئی باہر نکلی۔جب اس نے میری آواز سنی تو اس نے پوچھا: تم ابوقدامہ ہو؟ میں نے کہا: ہاں میں ابوقدامہ ہوں۔کہنے لگی: تو پھر بتاؤ کہ تم میرے لئے خوشخبری لے کر آئے ہو یا کوئی بری خبر۔میں نے کہا: اماں جان تمہارے نزدیک خوشخبری کے معنی کیا ہیں؟ کہنے لگی: اگر تم مجھے یہ خبر دو گے کہ میرا بیٹا اسلام کے دشمنوں سے،صلیبیوں سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا ہے تو یہ میرے لئے خوشخبری ہے کہ میں شہید کی ماں بن گئی ہوں۔اور اگر مجھے بتاؤ گے کہ میرا بیٹا بچ کر،غازی بن کر،مال غنیمت لے کر لوٹا ہے تو یہ میرے لئے اچھی خبر نہیں کہ میرے رب نے میرے ہدیے کو، میرے تحفے کو قبول نہیں کیا۔

میں نے دل پر قابو رکھ کر کہا: اماں جان! میں تمہارے پاس شہادت کی بشارت لے کر آیا ہوں۔تمہارا بیٹا رب کی راہ میں شہید ہو گیا ہے۔اس نے زخم سینے پر کھائے ہیں۔ دشمن کے مقابلے میں اس نے نہ تو منہ پھیرا ہے،نہ ہی بھاگا ہے۔

ماں کہنے لگی: ابوقدامہ! مجھے تمہاری بات پر پورا یقین نہیں آ رہا ہے۔تمہارے پاس اس کا ثبوت کیا ہے؟ میں نے وہ خون آلود کپڑوں کی گٹھڑی کھولی اور اس میں سے اس نوجوان کے کپڑے نکالے۔یہ دیکھو اماں،اس کا پھٹا ہوا کرتا،کیا وہ یہی پہن کر گھر سے نہیں نکلا تھا؟ یہ دیکھو اس کی چادر،اسی سے تم نے اپنے ہاتھوں اس کے سر پر عمامہ باندھا تھا۔میں اس کو

روتے ہوئے کپڑے دکھاتا گیا۔اس کی بہن خاموشی سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی ۔اس کی والدہ نے اللہ اکبر کہااور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ۔اس کی بہن کو جب اپنے بھائی کی شہادت کا پتہ چل گیا، یقین ہوگیا تو اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑی۔اس کی ماں دوڑتی ہوئی اندر گئی اور پانی کا پیالہ لے کر آئی۔میں بچی کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگا اور اس کو ہوش میں لانے کی ترکیب کرنے لگا۔اس کی ماں نے بچی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور گھر میں چلی گئی۔اندر سے دروازے کو بند کرلیا۔میں دروازے سے منہ لگائے کھڑا اس کی آہ وزاری سن رہا تھا۔وہ کہہ رہی تھی: اے میرے ربّ! اے میرے مالک، اے میرے خالق! میں نے اپنا خاوند، اپنا بھیا، اپنا لاڈلا بیٹا تیرے سپرد کردیا۔وہ تیری راہ میں شہید ہوگئے ۔اے اللہ! تو اپنے فضل وکرم سے مجھ سے راضی ہوجا اور مجھے بھی ان کے ساتھ جنتیوں میں شامل کردے۔

ابوقدامہ کہنے لگے: میں نے متعدد بار اس کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ شاید وہ دروازہ کھول دے تو اس کی مالی طور پر مدد کروں، یا اس کے بارے میں لوگوں کو مطلع کروں، مگر نہ اس نے دروازہ کھولا اور نہ اس کی آواز سنائی دی۔اللہ کی قسم! میں نے اس سے زیادہ اسلام سے، جہاد سے اور اپنے ربّ سے محبت کرنے والی کوئی خاتون نہیں دیکھی۔

قارئین کرام! یہ ایک خاتون تھی جس نے اپنی ہر پیاری چیز اللہ کی راہ میں قربان کردی۔ہم اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض کہاں تک پورے کر رہے ہیں، کیا ہمارے پاس اس سوال کا جواب ہے ؟

("**المشتاقون الی الجنۃ**"سے ماخوذ)

قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطوط

(پیر خان توحیدی)

قبلہ عبدالحکیم انصاری بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہؒ کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے ہر مرید کے خط کا جواب ضرور دیا کرتے تھے کبھی تو مکتوب علیہ کے خط کے اوپر لکھ کر واپس کر دیتے تھے اور کبھی اپنے پرسنل پیڈ کے صفحہ پر لکھ کر جواب دیا کرتے تھے۔ یہ خط بھی بابا جان نے اپنے پیڈ کے صفحہ کے اوپر اپنے ایک محبوب مرید شیخ علی اصغر مرحوم خادم حلقہ لاہور کو اپنے ایک دوسرے مرید محمد صاحب کے شکوہ شکایت کرنے کے جواب میں لکھا۔ اس خط کی ایک فوٹو کاپی جو قبلہ ڈار صاحب نے مجھے بھیجی تھی۔

میں نے اس خط کو اپنے بیان کا موضوع اس لیے بنایا کہ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک سطر توحیدی بھائیوں کے لئے نہ صرف مشعل راہ ہے بلکہ عمل کرنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔

بابا جان قبلہ انصاری صاحب نے یہ خط انیس جنوری انیس سو ساٹھ 19.01.1960 بنوں سے لکھا تھا اس کا متن مندرجہ ذیل ہے۔

عزیزم اصغر صاحب خط ملا پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی جو لوگ کہنا پوری طرح مانتے ہیں اور بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں ہمیشہ دین و دنیا میں سرخرو رہتے ہیں۔ جو شکایتیں کرتے رہتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے وہ یہاں بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور وہاں بھی نقصان اٹھائینگے۔ سارجنٹ محمد صاحب پر خاص توجہ کرنا۔ مگر ان کو خوب سمجھا دینا کہ اللہ کا ملنا کسی محبوب مجازی کا ملنا نہیں ہے کہ دو چار ما ادا سکے گھر کے چکر لگائے اور کچھ روپیہ خرچ کیا اور دیدار حاصل ہو گیا۔ اگر عمر بھر بھی نہ ملے اور مرتے وقت ایک جھلک نظر آ جائے تو بھی سستا سودا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ایسے طالب کا حشر اللہ کی گود کے سوا کہیں نہیں ہوگا۔ بس یہی خاص ہدایت ان کے لئے ہے کہ جلدی بالکل نہ کریں۔ کہنے کے مطابق عمل کرتے رہیں۔ اخلاق کا تزکیہ کریں۔ غصہ اور نفرت سے دل کو پاک کریں۔

اور تبتل الیہ تبتلا پر پورا عمل کریں ۔ایک معزز مہمان کو بلانا ہو تو آپ گھر کو خوب صاف کرتے ہیں ۔ کوڑے کرکٹ ۔میل مٹی ۔گرد سے گھر کو پاک کرتے ہیں ۔سفیدی کراتے ہیں پھر سجاتے ہیں ۔تب اس مہمان کو بلاتے ہیں ۔اللہ کا گھر انسان کا دل ہے ۔لہٰذا جب تک دل کو ان کے تشریف لانے کے قابل نہ بناؤ گے وہ کیسے آئینگے ۔اور دل کی میل مٹی اور کوڑا کرکٹ یہی غم ۔غصہ ۔غیبت ۔حسد ۔نفرت ۔بدگوئی ۔بدظنی وغیرہ جیسی باتیں ہیں ان سب کو نفی کرو ۔اور ذکر و عبادت کی سفیدی اس میں کراؤ ۔اخلاق حسنہ کے پھولوں (جس میں محبت اور صداقت سب سے اچھے پھول ہیں) سے اسے سجاؤ پھر دیکھو کہ وہ کیسے جلوہ آرا نہیں ہوتے ۔میری تمام حلقے والوں کو پہلی نصیحت ہی یہ ہوتی ہے کہ اپنا اخلاق رسول اللہ جیسا مبارک بناؤ ۔

زبان شیریں گفتگو ملائم اور شائستہ ہو ۔سب سے محبت ہو ۔حق پر قائم رہو ۔برائی کا بدلہ بھلائی سے اور سختی کا جواب نرمی سے دو ۔خدمت کرو اسی کا نام نیکی اور ولائیت اور بزرگی ہے ۔قلب میں لاکھ گرمی ہو ۔جذب ہو ۔کشف ہوتا ہو ۔کرامات سرزد ہوتی ہوں ۔اگر اخلاق اچھا نہیں تو یہ سب محض شیطانی باتیں ہیں ۔اخلاق اچھا ہو تو یہ رحمانی صفات ہیں ۔ان سے کہیں کہ اپنی کیفیات گاہ بگاہ مجھے لکھتے رہیں اور ہدایات پر عمل کرتے رہیں ۔دنیا کے کام اور مذہبی ڈیوٹیاں ایمانداری، خوشی خوشی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیں ۔ہر وقت اللہ کو یاد رکھیں اور اس سے محبت بڑھاتے رہیں اللہ کے سوائے کسی کو قادر یا تقدیر کا بنانے اور بگاڑنے والا نہ مانیں ۔عزت البتہ سب بزرگوں کی کریں یہی سید ھا راستہ ہے ۔یہ خط اوروں کو بھی سنادیں ۔آپ کے دنیا کے کام پھر ان شاء اللہ سب درست ہو جائیں گے ۔دنیا کے خیالات کو اللہ کی یاد پر ہرگز غالب نہ آنے دینا ۔بڑے بھائی کی ترقی بروقت ہو جائے گی ۔میری بیٹی کو دعا لکھ دیں ۔بچے کی مبارکباد قبول ہو اللہ اس کو نیک صالح دولت مند تندرست اور بڑا ولی بنائے ۔آمین یہاں اہل حلقہ کی طرف سے سلام اور مبارکباد قبول فرمائیں ۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شمولیت

(نبیلہ شہباز خان)

میرا نام نبیلہ شہباز خان ہے میری تعلیم میٹرک ہے میں لاہور کی رہنے والی ہوں سلسلہ توحیدیہ میں آنے سے پہلے مجھے تصوف، روحانیت۔اللہ کے ولی اور ان مراتب کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔بس میں نماز کی پابندی کرتی اور درود پاک کثرت سے پڑھتی تھی میرے شوہر فوجی تھے۔جب میرے شوہر کی فوج کی طرف سے پوسٹنگ گوجرانوالہ میں ہوئی تو راہ والی کینٹ کے پاس ہم نے ایک گھر لیا۔وہاں پر میری ملاقات باجی رخسانہ سے ہوئی جو سلسلہ توحیدیہ میں بیعت تھی مجھے کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔باجی کو وہاں پر ہماری ایک جاننے والی نے بتایا کہ یہاں پر ایک باجی ہے جو دین کی کتابیں پڑھتی ہے۔تو باجی مجھ سے ملنے کے لئے آئی۔باجی رخسانہ بہت اچھی خاتون ہے اُن سے بات کر کے مجھے بہت سکون ملتا وہ اللہ تعالیٰ کی باتیں کرتی تو میرا دل کرتا کہ مجھے بھی ایسے ہی یہ باتیں یاد ہو جائیں اُنھیں اللہ پر بہت یقین ہے انھوں نے مجھے کہا کہ نبیلہ قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ پڑھو۔میں نے قرآن پاک کبھی ترجمے کے ساتھ نہیں پڑھا تھا مگر جب میں نے قرآن پاک ترجمے کے ساتھ پڑھنا شروع کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے میں بہت دور تھی۔میں نے قرآن پاک پڑھا مگر جیسے باجی رخسانہ کو اسکی سمجھ تھی ویسے مجھے نہیں تھی میں باجی سے پوچھتی تو باجی کہتی کہ یہ میرے بزرگوں کی دعائیں ہیں، باباجی صدیق ڈار کی اور باباجی یعقوب صاحب کی تو میرا بھی دل کرتا کہ میں باباجی سے ملوں۔پھر میں باجی رخسانہ کے ساتھ مرکز تعمیر ملت پر آئی اور باباجی یعقوب صاحب اور اماں جی کے ساتھ ملی۔اور

میں نے باباجی سے کہا کہ میرے لئے بھی دعا کریں کہ میں قرآن پاک کو پڑھوں تو مجھے اس کی سمجھ آئے باباجی نے مجھے سلسلہ کی کتابیں دیں اور طریقت تو حیدیہ کی کتاب پر عمل کرنے کی تلقین کی۔باباجی سے ملنے کے بعد جو روحانیت ملی وہ لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ سے ایسا رابطہ بندھا اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز پیاری لگنے لگی۔غصہ حسد کینہ ختم ہوتا گیا آسمان سے لیکر زمین کے ذروں کی اہمیت کا احساس ہونے لگا میرا سونا جاگنا میرے جسم کی طاقت میری ذات سے وابستہ ہر چیز ایک نعمت جو میرے رب کی عطا کی ہوئی ہے اِس کا کبھی احساس ہی نہیں ہوا تھا سلسلہ تو حیدیہ میں آکر مجھے اِن نعمتوں پر شکر کرنا آگیا اور میں ہر سانس میں اپنے رب کو پکارتی اور اُسکا دم دم کے ساتھ شکر کرتی ،میں اپنے اللہ کی اور رسول اللہ ﷺ کی بہت فرمانبرداری کرنے کی کوشش کرنے لگی۔میں نے قرآن پاک ترجمہ تفسیر سے پڑھنا شروع کیا مدرسے سے۔پھر میں نے تین سال قرآن پاک ترجمہ تفسیر سے پڑھا۔اب میں درس نظامی کا کورس کر رہی ہوں۔یہ سب مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ،رسول اللہ ﷺ کی رحمت اور میرے بابا یعقوب صاحب کی دعاؤں اور اُن کے فیض سے ملا ہے۔قرآن پاک کو پڑھنے سے انسان کی شخصیت نکھر جاتی ہے۔رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اُن سے محبت اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے۔اِس کا علم مجھے سلسلہ تو حیدیہ میں آکر ہوا۔میرا اخلاق بہت اچھا ہو گیا میرے دل کو ایک سکون سا حاصل ہو گیا۔کم کم نہیں لگتا اور زیادہ کی طلب نہیں رہی۔اب صرف یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اِن سب باتوں پر عمل کرنے والا بنائے۔اللہ قرآن پاک کے نور کو ہمارے دلوں میں روشن کر دے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر چلنے والا اور اپنا ذکر کرنے والا اور اس تبلیغ کو جاری رکھنے والا بنا دے آمین ثمہ آمین۔

صرف مادیت سے کام نہیں چلتا

(ایم،اے۔ پی،ایچ،ڈی۔ ماہرعلوم طبیعی)

اروِنگ ولیم نابلاخ (مترجم:عبدالحمید صدیقی)

وہ سائنس دان جنہیں علوم طبیعی پر بے جا اعتماد ہے،وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ سائنس میں سارے مسائل کو حل کرنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے۔ان کی نظر میں زندگی محض قوانین طبیعی اور کیمیا کی کرشمہ سازی ہے اور زندگی کے وہ مظاہر جنہیں انسان شروع ہی سے مافوق الطبعی قوتوں کا نتیجہ سمجھتا رہا ہے،وہ علت ومعلول کا ایک طلسم ہوشربا ہے۔زندگی کا کوئی مقصدومدعانہیں،یہ ساری کائنات ایک دن ٹھنڈی ہوکر خودبخود ختم ہوجائے گی۔

برٹرینڈرسل نےفطرت کی اس سراسر مادی توجیہہ کومندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

"انسان اندھی بہری قوتوں کے ہاتھ میں ایک ایسا بے بس کھلونا ہےجس کا کوئی مقصد نہیں۔اُس کی پیدائش اورارتقاء،اُس کی آرزوئیں اورتمنائیں،اُس کےاعتقادات اورتصورات سالمات کےتعامل کا نتیجہ ہیں۔اُس کی زندگی کی انتہاقبر ہےاوراس کےبعد کوئی احساس اورکوئی نظریہ اُسے زندگی عطانہیں کرسکتا۔صدیوں کی جدوجہد،نصب العین سے وابستگی،عبقریت کے کارہائے نمایاں سب نظام شمسی کےساتھ ختم ہوجانےوالی چیزیں ہیں۔جب کائنات زیروزبر ہو گی تو انسانی کمالات بھی اس کے ملبے کے نیچے دب کررہ جائیں گے۔اس میں کوئی شک نہیں یہ سارے نظریات متنازع فیہ ہیں،مگران کاغالب رجحان کائنات کی اسی مادی تعبیر کی طرف ہے جو

فلسفہ بھی اس توجیہہ کو آج تسلیم نہیں کرتا وہ حقائق کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے گا"۔

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ سارے سائنس دان سائنس کو ایک ایسا ہمہ گیر علم نہیں سمجھتے جس سے سارے مسائل حل کیے جا سکیں۔ سائنس صداقت، حُسن اور مسرت کا پوری طرح احاطہ نہیں کرسکتی۔ سائنس زندگی کی بھی کوئی تسلی بخش تعبیر نہیں کرسکتی اور نہ اُس سے زندگی کا مقصد ہی متعین ہوسکتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ ہم اس بات کا بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرسکتے کہ کیا خدا موجود ہے یا نہیں۔

سائنس ہر وقت اپنے نظریات میں تبدیلی کرتی رہتی ہے۔ یہ اس امر کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتی ہے کہ حق اور صداقت کی تلاش کرے، لیکن چند قدم اٹھا لینے کے بعد اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُس کی سعی و جہد محض حکایت تشنہ و سراب ہے۔ اس کائنات کے بارے میں ہمارے احساسات اور معلومات کا سرچشمہ ہمارے محدود حواس ہیں جو چند منزلیں طے کر جانے کے بعد اپنی بے بسی کا اعتراف کرلیتے ہیں۔ ایک امریکی طبیب نے ایک دفعہ یہ کہا "جوں جوں علم ترقی کرتا ہے، اسی رفتار سے سائنس کا مذہب پر تفوق ختم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ سائنس سے اگر صحیح کام لیا جائے تو انسان خود بخود خدا پر ایمان لے آتا ہے۔

سائنس کے پاس اس بات کا کوئی معقول جواب نہیں کہ مادے کے یہ چھوٹے چھوٹے ذرّات کیونکر معرضِ وجود میں آئے۔ محض اتفاقات تو ان کے وجود کا سبب نہیں ہوسکتے پھر سائنس اس معمے کو بھی حل کرنے سے قاصر ہے کہ ذرّات سے زندگی کیونکر پیدا ہوگئی۔ وہ نظریہ جو وثوق کے ساتھ اس بات کا دعویدار ہے کہ زندگی کی یہ ترقی یافتہ حالتیں بخت و اتفاق کی رہینِ منت ہیں، ایک قسم کا اندھا اعتقاد ہی ہے۔ سائنس بھی ایمان کے بغیر ایک قدم آگے

نہیں بڑھا سکتی۔اس مذہب میں ہمیں اپنے حواس، اپنے آلات اور اتفاقات پر ایمان لانا پڑتا ہے۔اس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو سائنس اور مذہب ایک ہی سطح پر ہیں، البتہ سائنس کو ایک یہ امتیاز ضرور حاصل ہے کہ وہ اپنے اعتقادات کو تجربے اور مشاہدے کی کسوٹی پر پرکھ سکتا ہے اور اس طرح تجزیے اور تحلیل کے ذریعے غلطی کے امکانات کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔

سائنس کے اکتشافات مذہب کی صداقت پر گواہ ہیں۔اب تک سائنس نے جس قدر تحقیقات کی ہیں، اُن سے کتابِ مقدس کے بہت سے اسرار کھلے ہیں اور یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ جوں جوں سائنس کو ترقی ہوگی، اسی نسبت سے مذہب کا موقف مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔علم ہیئت اس کائنات کی ابتدا کا پتہ دیتا ہے اور علم طبیعیات اس کی انتہا کی نشاندہی کرتا ہے۔جس شخص نے سائنس کے جدید نظریات کا مطالعہ کیا ہے وہ کبھی یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ یہ کائنات قدیم ہے۔تغیر و انقلاب اس کائنات کا بنیادی اصول ہے اور اس معاملے میں سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے ہمنوا ہیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سائنس نہ تو خدا کے وجود کا اثبات کرتا ہے اور نہ اس کی نفی ہی کرتا ہے، لیکن اس غیر جانبدارانہ موقف کے باوجود جن لوگوں نے علم ہیئت کا صحیح طور پر مطالعہ کیا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کوئی "ان دیکھی" اور "ان جانی ذات" اس وسیع و عریض کائنات کی خالق ہے۔چاڈواش نے ایک موقع پر کہا: ایک شخص سے خواہ وہ خدا پر ایمان رکھتا ہو یا ملحد ہو۔یہ بات جائز طور پر پوچھی جا سکتی ہے کہ بخت و اتفاق کا توازن اس کے ہاتھ میں کیوں کر دیا جا سکتا ہے۔طامس ملر نے اس حقیقت کو ذرا تفصیل سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "انسان کا محدود ذہن اور نارسا عقل اگر خدا کی معرفت حاصل کرنے میں

کامیاب ہوتی ہے تو اس کا ذریعہ صرف تجربہ ہے اور یہی اس معاملے میں بنیاد کا کام دیتا ہے۔ علم کا رفیع الشان محل اسی اساس پر قائم کیا جاتا ہے"۔

میں اگرچہ سائنس دان ہوں، لیکن اس کائنات میں اتفاقات کے وجود کا قائل ہوں۔ روزمرہ زندگی کے بیشتر واقعات ان کی موجودگی کی شہادت دیتے ہیں۔ میں مادیت کا سراسر انکار بھی نہیں کرسکتا کیونکہ سائنس دانوں کی کامیابی کا واحد معیار یہ ہے کہ وہ زندگی کے مختلف مظاہر کی مادی تعبیر پیش کرسکیں۔ مجھے خدا پر پختہ یقین ہے۔ میں اُس غیر متزلزل عقیدے پر ایمان رکھتا ہوں، کیونکہ میں اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں کہ مثبت اور منفی برقیے، ابتدائی ذرّات، پہلا لغز مایہ، اوّلین بیج یا سب سے پہلا دماغ یونہی کس بخت و اتفاق سے پیدا نہیں ہوگئے۔ میں اُسے اس لئے مانتا ہوں، کیونکہ اس کی ذات کے ذریعے ہی اس کائنات کی صحیح اور معقول توجیہہ ممکن ہے۔

دعائے مغفرت

گوجرانوالہ سے خادم حلقہ محمد ریاض صاحب کی پھپھی

ملتان سے سید محمد اسلم شاہ کے بھائی

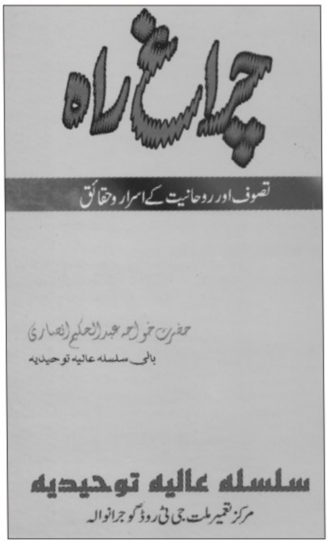
ملتان سے محمد اکرم کے بھائی

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعوْنَ)

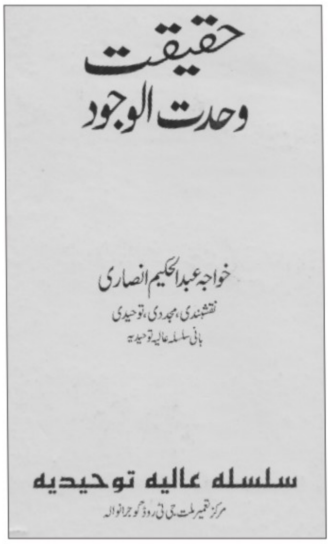
مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت ،بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔



سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com